قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

منگل 16 نومبر 2021ء | 10 ربیع الثانی 1443 ہجری قمری | 16 نبوت 1400 ہجری شمسی | جلد:3 | شمارہ:272

فرمانِ رسول ﷺ

انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

’’انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ اس لئے اسے غور کرنا چاہئے کہ وہ کسے دوست بنا رہا ہے۔‘‘

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب باب من یومر ان مجالس)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں:

’’آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ان دو شخصوں کی طرح ہے جن میں سے ایک کستوری اٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا ہو۔ کستوری اٹھانے والا تجھے مفت خوشبو دے گا یا تُو اس سے خرید لے گا۔ ورنہ کم از کم تو اس کی خوشبو اور مہک سونگھ ہی لے گا۔ اور بھٹی جھونکنے والا یا تیرے کپڑوں کو جلادے گا یا اس کا بدبودار دھواں تجھے تنگ کرے گا۔‘‘

(مسلم، کتاب البر والصلۃ باب استحباب مجالسۃ الصالحین)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

صحبت صالحین کا شرف

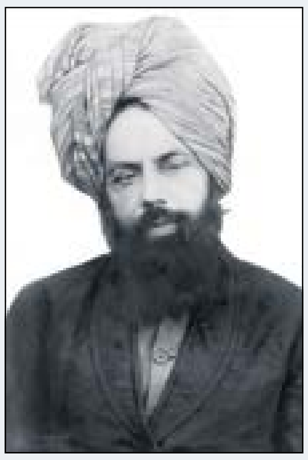

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’صحبت میں بڑا شرف ہے۔ اس کی تاثیر کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچا ہی دیتی ہے۔ کسی کے پاس اگر خوشبو ہو تو پاس والے کو بھی پہنچ ہی جاتی ہے۔ اسی طرح پر صادقوں کی صحبت ایک روح صدق کی نفخ کر دیتی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ گہری صحبت نبی اور صاحب نبی کو ایک کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو قرآن شریف میں کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (التوبہ:119) فرمایا ہے۔ اور اسلام کی خوبیوں میں سے یہ ایک بے نظیر خوبی ہے کہ ہر زمانے میں ایسے صادق موجود رہتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 609 ایڈیشن 1988ء)

’’دو چیزیں ہیں ایک تو دعا کرنی چاہئے اور دوسرا طریق یہ ہے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ راستبازوں کی صحبت میں رہو تا کہ ان کی صحبت میں رہ کر تم کو پتہ لگ جاوے کہ تمہارا خدا قادر ہے، بینا ہے، دیکھنے والا ہے، سننے والا ہے، دعائیں قبول کرتا ہے اور اپنی رحمت سے اپنے بندوں کو صدہا نعمتیں دیتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد ششم صفحہ 62 ایڈیشن 1984ء)

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۱۱۹﴾

(التوبہ: 119)

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

فرمان خلیفہ وقت

’’اللہ تعالیٰ جب بھی انبیاء مبعوث فرماتا ہے تو اس کے ماننے والے، اس پر ایمان لانے والے، تقویٰ کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور ان کے تقویٰ کا اعلیٰ معیار اس لئے قائم ہو رہا ہوتا ہے، اس کا اظہار اس لئے ہو رہا ہوتا ہے، دنیا کو نظر آ رہا ہوتا ہے اور ان کے اندر یہ تبدیلی اس لئے نظر آ رہی ہوتی ہے کہ انہوں نے اس قرب کی وجہ سے جو ان کو نبی سے ہے اللہ کی مدد اور فضل سے اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کی ہوتی ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ وہ خود بھی اس سچی پیروی کی وجہ سے، اس سچے ایمان کی وجہ سے، اپنے اندر تقویٰ قائم ہونے کی وجہ سے، اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے کی وجہ سے، صادقوں میں شامل ہو گئے ہوتے ہیں۔ اور پھر آگے بہت سوں کی رہنمائی کا باعث بنتے ہیں، بن رہے ہوتے ہیں، تو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے یہ فیض رک نہیں جاتا بلکہ یہ ایک مسلسل عمل ہے۔ ورنہ تو اس آیت میں جو حکم ہے کہ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ اس کا مقصد ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اگر یہ عمل رکنے والا ہو تو یہ حکم تاریخ کا حصہ بن جائے گا۔ پھر تو لوگ پوچھتے کہ وہ کون ہیں صادق، وہ کہاں ہیں جن کے ساتھ ہم نے ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنا ہے۔ تو یہ معرفت کی باتیں ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادقؑ کے ذریعے سے ہی پتہ لگی ہیں۔ آپ کی قوتِ قدسی نے صادقین کی ایک فوج تیار کی جو روحانیت میں اتنی ترقی کر گئی کہ ان کو صحابہ کا مقام حاصل ہو گیا۔

(خطبہ جمعہ 11جون 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- تو جو میرا بنے تو بات ہے (نظم)
- کتابِ تعلیم کی تیاری
- آنحضرتؐ کا پُرحکمت طریقِ تربیت
- 16 نومبر عالمی یوم برداشت

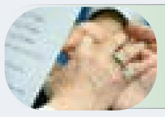

دربارِ خلافت

جذبہ ہمدردی ایسے لوگوں کے لئے دعا پر بھی مجبور کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مزید فرماتے ہیں:

پس حقیقی نیکی اُس وقت ہو گی جب اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو گی اور اس رضا کے حصول کے لئے اپنی تمام تر طاقتوں اور استعدادوں کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے ہمدردی میں ایک شخص استعمال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے بڑھ کر انسان ہے جو اشرف المخلوقات ہے۔ پس حقیقی انسان اُس وقت بنتا ہے جب حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ پیدا ہو۔ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی طرف توجہ دے۔

مَیں پہلے بھی کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ غیروں کو، غیر مسلموں کو جو انسانی حقوق کی بات کرتے ہیں تو مَیں اُن کے سامنے اسلام کی یہ خوبی رکھتا ہوں کہ تمہارا جو دنیاوی نظام ہے، بعض حقوق کا تعین کر کے یہ کہتا ہے کہ یہ ہمارے حقوق ہیں اور یہ ہمیں دو ورنہ طاقت کا استعمال ہو گا۔ جبکہ اسلام کہتا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہو تو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اُن حقوق کو بیان فرما دیا جو ایک انسان کو دوسرے انسان کے ادا کرنے چاہئیں۔ پس یہ فرق ہے دنیاوی نظاموں میں اور خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام میں۔ دنیاوی نظام اکثر اوقات حقوق حاصل کرنے کی باتیں کرتا ہے۔ اس کے لئے بعض اوقات ناجائز طریق بھی استعمال کئے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ مومنوں کو کہتا ہے کہ اگر حقیقی مومن ہو، اگر میری رضا کے طلبگار ہو تو نہ صرف یہ کہ کسی مطالبے پر حقوق ادا کرو بلکہ حقوق کی ادائیگی پر نظر رکھ کر حقوق ادا کرو۔ اور انصاف سے کام لیتے ہوئے یہ حقوق ادا کرو۔ انسانی ہمدردی کے جذبے سے یہ حقوق ادا کرو۔

اب دیکھیں اگر یہ جذبہ ہمدردی ہر احمدی میں پیدا ہو جائے اور اس کو سامنے رکھتے ہوئے وہ حقوق ادا کرنے کی کوشش کرے تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ جماعت میں جھگڑوں اور مسائل کا سامنا ہو۔ نظامِ جماعت کے سامنے مسائل پیدا کئے جائیں۔ خلیفۂ وقت کا بہت سا وقت جو ایسے مسائل کو نپٹانے، یا مہینہ میں کم از کم سینکڑوں خطوط اس نوعیت کے پڑھنے اور اُن کا جواب دینے یا اُنہیں متعلقہ شعبے کو مارک کرنے میں خرچ ہوتا ہے وہ کسی اور تعمیری کام میں خرچ ہو جائے جو جماعت کے لئے مفید بھی ہو۔ خلیفہ وقت کے پاس جب ایسے معاملات آتے ہیں تو اُس نے تو ایسے معاملات کو بہر حال دیکھنا ہی ہے۔ انتظامی بہتری کے لئے بھی دیکھنا ہے۔ اصلاح کے لئے بھی اور ہمدردی کے جذبے کے تحت بھی کہ کہیں کوئی احمدی خود غرضی میں پڑ کر اپنے حقوق کی فکر کر کے اور دوسرے کے حقوق مار کر ابتلاء میں نہ پڑ جائے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب نہ بن جائے یا کسی ظلم اور زیادتی کا نشانہ کوئی مظلوم نہ بن جائے۔

بعض مرتبہ ایسے معاملات بھی ہوتے ہیں کہ لوگ فیصلہ کو مانتے نہیں۔ جماعتی فیصلہ یا خلیفہ وقت کے فیصلہ کو مانتے نہیں ہیں۔ مشورے کو مانتے نہیں ہیں۔ سمجھانے پر راضی نہیں ہوتے۔ ہٹ دھرمی اور ضد دکھاتے ہیں۔ اُن کو پھر سختی سے جواب دینا پڑتا ہے۔ اور میں بعض اوقات ایسے لوگوں کو جواب دیتا ہوں کہ پھر ٹھیک ہے، اگر تم یہ فیصلہ ماننے کو تیار نہیں تو پھر جماعت بھی تمہارے معاملات سے کوئی تعلق نہیں رکھے گی یا بعض دفعہ سختی بھی کی جاتی ہے اور سزا بھی دی جاتی ہے لیکن جذبہ ہمدردی ایسے لوگوں کے لئے دعا پر بھی مجبور کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور یہ دنیاوی معاملات کی وجہ سے دین کو پس پشت ڈال کر اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ فرمایا ہے کہ ''ناجائز تکلیف نہیں دے گا'' اس سے یہی مراد ہے کہ بعض اوقات معاملات میں دوسرے کو تکلیف تو پہنچ سکتی ہے اور وہ جائز ہوتی ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا اس کا ایک تو مطلب یہی ہے کہ جان بوجھ کر اور ارادۃً کسی کو تکلیف نہیں پہنچانی اور یہی ایک مومن کی شان ہے کہ کبھی ارادۃً کسی کی تکلیف کا باعث نہ بنے اور کبھی بننا بھی نہیں چاہئے۔ دوسرے یہ کہ بعض اوقات بامر مجبوری بعض ایسے اقدام جو نظامِ جماعت کو یا خلیفۂ وقت کو کرنے پڑتے ہیں جو دوسروں کے لئے تکلیف کا باعث بنتے ہیں لیکن یہ تکلیف اصلاح کی غرض سے ہوتی ہے۔ یہ تکلیف اصلاح کی غرض سے دی جاتی ہے اور یہ ناجائز نہیں ہوتی۔ لیکن اس صورت میں بھی ہمدردی کے جذبہ کے تحت جس کو کسی سزا یا تکلیف سے گزرنا پڑ رہا ہو اُس کے لئے دعا ضرور کرنی چاہئے۔ اور خلیفہ وقت کو تو سب سے زیادہ ایسے حالات سے گزرنا پڑتا ہے جہاں وہ یہ دیکھتا ہے کہ کہیں مجھ سے کسی کو تکلیف تو نہیں پہنچ رہی، کہیں میں جان بوجھ کر جتنی بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے صلاحیت دی ہے اُس کے مطابق کسی سے بے انصافی کا باعث تو نہیں بن رہا۔ میرے کسی عمل سے کسی کے گھر کا ناجائز طور پر سکون تو برباد نہیں ہو رہا؟ اور پھر یہی نہیں بلکہ یہ بھی کہ ایسا طریق اختیار کیا جائے کہ اُس سے ہمدردی کا اظہار ہو، اُس کی بہتری کے سامان کئے جائیں، اس کی اصلاح کی صورت ہو۔ یہ انصاف اور ہمدردی کے تقاضے ہیں جو خلیفہ وقت نے پورے کرنے ہوتے ہیں اور ظاہری اسباب کو سامنے رکھتے ہوئے خلیفہ وقت کا کام ہے کہ یہ تقاضے پورے کرے۔ اور پھر جو نظامِ جماعت ہے، جو عہدیدار ہیں، جو خلیفۂ وقت کی طرف سے مقرر کئے جاتے ہیں، اُن کا کام ہے کہ اس انصاف اور ہمدردی کے جذبے سے اپنے کام سرانجام دیں۔ جو ایسا نہیں کرتے، جان بوجھ کر اپنی ذمہ داری کا حق ادا نہیں کرتے، وہ امانت میں خیانت کرنے والے ہیں اور یقیناً خدا تعالیٰ کے حضور پوچھے جائیں گے۔

(خطبہ جمعہ یکم جون 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

تو جو میرا بنے تو بات ہے

تو مرے دل کی شش جہات بنے
اِک نئی میری کائنات بنے

سب جو تیرا ہے لاکھ ہو میرا
تُو جو میرا بنے تو بات بنے

ہیچ ہے تجھ سے منقطع ہر ذات
جس کا تُو ہو اُسی کی ذات بنے

عالمِ رنگ و بو کے گل بوٹے
خواب ٹھہرے، توہمات بنے

سادہ باتوں کا بھی ملا نہ جواب
سب سوالات مظلمات بنے

یہ شب و روز و ماہ و سال تمام
کیسے پیمانہ صفات بنے؟

ہوئی میزانِ ہفتہ کب آغاز؟
کیسے دن رات سات سات بنے؟

عالمِ حیرتی کے مندر میں
کبھی بت مظہر صفات بنے

کبھی مخلوق ہو گئی ہمہ اُوست
آتش و آب، عین ذات بنے

کتنے منصور چڑھ گئے سر دار
کتنے نعرے تعلیات بنے

کتنے عزیٰ بنے، مٹے کَے بار؟
کتنے لات اُجڑے کتنے لات بنے

کتنے محمود آئے، کتنی بار
سومنات اُجڑے، سومنات بنے

جو کھنڈر تھے محل بنائے گئے
کتنے محلوں کے کھنڈرات بنے

عالمِ بے ثبات میں شب و روز
آج کی جیت کل کی مات بنے

تیرے منہ کے سبک سہانے بول
دل کے بھاری معاملات بنے

دن بہت بے قرار گزرا ہے
آ مرے چاند، میری رات بنے

(کلام طاہر)

اداریہ

کتاب تعلیم کی تیاری

قسط : 19

اس عنوان کے تحت درج ذیل تین عناوین پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اکٹھے کئے جا رہے ہیں۔

1۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے کیا فرائض ہیں؟

2۔نفس کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟

3۔ بنی نوع کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں؟

اللہ کے حضور ہمارے فرائض

دیکھو یاد رکھنے کا مقام ہے کہ بیعت کے چند الفاظ جو زبان سے کہتے ہو کہ میں گناہ سے پرہیز کروں گا، یہی تمہارے لئے کافی نہیں ہیں اور نہ صرف ان کی تکرار سے خدا راضی ہوتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک تمہاری اس وقت قدر ہو گی جبکہ دلوں میں تبدیلی اور خدا تعالےٰ کا خوف ہو۔ ورنہ ادھر بیعت کی اور جب گھر میں گئے تو وہی بُرے خیالات اور حالات رہے تو اس سے کیا فائدہ؟ یقیناً مان لو کہ تمام گناہوں سے بچنے کے لئے بڑا ذریعہ خوفِ الٰہی ہے۔ اگر یہ نہیں ہے تو ہرگز ممکن نہیں کہ انسان اُن سب گناہوں سے بچ سکے جو کہ اُسے مصری پر چیونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں مگر خوف ہی ایک ایسی شئے ہے کہ حیوانات کو بھی جب ہو تو وہ کسی کا نقصان نہیں کر سکتے۔ مثلاً بلّی جو کہ دودھ کی بڑی حریص ہے جب اُسے معلوم ہو کہ اس کے نزدیک جانے سے سزا ملتی ہے پرندوں کو جب علم ہو کہ اگر یہ دانہ کھایا تو جال میں پھنسے اور موت آئی تو وہ اس دودھ اور دانہ کے نزدیک نہیں پھٹکتے۔ اس کی وجہ صرف خوف ہے پس جبکہ لایعقل حیوان بھی خوف کے ہوتے ہوئے پرہیز کرتے ہیں تو انسان جو عقلمند ہے، اُسے کس قدر خوف اور پرہیز کرنا چاہیئے۔ یہ امر بہت ہی بدیہی ہے کہ جس موقعہ پر انسان کو خوف پیدا ہوتا ہے اس موقعہ پر وہ جُرم کی جرأت ہرگز نہیں کرتا۔ مثلاً طاعون زدہ گاؤں میں اگر کسی کو جانے کو کہا جاوے۔ تو کوئی بھی جرأت کر کے نہیں جاتا حتیّٰ کہ اگر حکّام بھی حکم دیویں تو بھی ترساں اور لرزاں جائے گا اور دل پر یہ ڈر غالب ہو گا کہ کہیں مجھ کو بھی طاعون نہ ہو جاوے اور وہ کوشش کرے گا کہ مفوضہ کام کو جلد پُورا کر کے وہاں سے بھاگے۔ پس گناہ پر دلیری کی وجہ بھی خدا کے خوف کا دلوں میں موجود نہ ہونا ہے۔ لیکن یہ خوف کیونکر پیدا ہو۔ اس کے لئے معرفت الٰہی کی ضرورت ہے۔ جسقدر خدا تعالےٰ کی معرفت زیادہ ہو گی اسی قدر خوف زیادہ ہو گا

؎ ہر کہ عارف تراست ترساں تر

اس امر میں اصل معرفت ہے اور اس کا نتیجہ خوف ہے۔ معرفت ایک ایسی شئے ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے انسان ادنیٰ ادنیٰ کیڑوں سے بھی ڈرتا ہے جیسے پسّو اور مچھّر کی جب معرفت ہوتی ہے تو ہر ایک اُن سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس کیا وجہ ہے کہ خدا جو قادر مطلق ہے۔ اور علیم اور بصیر ہے اور زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے۔ اس کے احکام کے برخلاف کرنے میں یہ اس قدر جرأت کرتا ہے۔ اگر سوچ کر دیکھو گے تو معلوم ہو گا کہ معرفت نہیں۔

بہت ہیں کہ زبان سے تو خدا تعالیٰ کا اقرار کرتے ہیں لیکن اگر ٹٹول کر دیکھو تو معلوم ہو گا کہ اُن کے اندر دہریت ہے۔ کیونکہ دنیا کے کاموں میں جب مصروف ہوتے ہیں تو خدا تعالےٰ کے قہر اور اس کی عظمت کو بالکل بُھول جاتے ہیں۔ اس لئے یہ بات بہت ضروری ہے کہ تم لوگ دُعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے معرفت طلب کرو۔ بغیر اس کے یقین کامل ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا وہ اُس وقت حاصل ہو گا جبکہ یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے میں ایک موت ہے گناہ سے بچنے کیلئے جہاں دُعا کرو وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سِلسلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑو اور تمام محفلیں اور مجلسیں جن میں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے ان کو ترک کرو اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کرتے رہو۔ اور خوب جان لو کہ ان آفات سے جو قضا و قدر کی طرف سے انسان کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں جب تک خدا تعالےٰ کی مدد ساتھ نہ ہو۔ ہرگز رہائی نہیں ہوتی۔ نماز جو کہ پانچ وقت ادا کی جاتی ہے اس میں بھی یہی اشارہ ہے کہ اگر وہ نفسانی جذبات اور خیالات سے اُسے محفوظ نہ رکھے گا۔ تب تک وہ سچی نماز ہرگز نہ ہو گی۔ نماز کے معنے ٹکریں مار لینے اور رسم اور عادت کے طور پر ادا کرنے کے ہرگز نہیں۔ نماز وہ شئے ہے جسے دل بھی محسوس کرے کہ رُوح پگھل کر خوفناک حالت میں آستانۂ اُلوہیت پر گر پڑے۔ جہانتک طاقت ہے وہاں تک رقّت کے پیدا کرنے کی کوشش کرے اور تضرّع سے دُعا مانگے کہ شوخی اور گناہ جو اندر نفس میں ہیں وہ دُور ہوں۔ اسی قسم کی نماز بابرکت ہوتی ہے اور اگر وہ اس پر استقامت اختیار کرے گا تو دیکھے گا کہ رات کو یا دن کو ایک نُور اس کے قلب پر گرا ہے اور نفس امارہ کی شوخی کم ہو گئی ہے۔ جیسے اژدھا میں ایک سمّ قاتل ہے۔ اسی طرح نفس امّارہ میں بھی سمّ قاتل ہوتا ہے اور جس نے اُسے پیدا کیا۔ اُسی کے پاس اُس کا علاج ہے

کبھی یہ دعویٰ نہ کرو کہ ہم پاک صاف ہوں جیسے کہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے فَلَا تُزَكُّوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ (النجم:33) کہ تم اپنے آپ کو مُزکّی مت کہو۔ وہ خود جانتا ہے کہ تم میں سے کون متقی ہے۔ جب انسان کے نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو خدا تعالےٰ اُس کا متولی اور متکفل ہو جاتا ہے اور جیسے ماں بچے کو گود میں پرورش کرتی ہے اسی طرح وہ خدا کی گود میں پرورش پاتا ہے اور یہی حالت ہے کہ خدا تعالےٰ کا نُور اس کے دل پر گر کر کُل دنیاوی اثروں کو جلا دیتا ہے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر محسوس کرتا ہے لیکن ایسی حالت میں بھی اُسے ہرگز مطمئن نہ ہونا چاہیئے کہ اب یہ طاقت مجھ میں مستقل طور پر پیدا ہو گئی ہے اور کبھی ضائع نہ ہو گی۔ جیسے دیوار پر دھوپ ہو تو اس کے یہ معنے ہرگز نہیں ہوتے کہ یہ ہمیشہ ایسی ہی روشن رہے گی۔ اس پر لوگوں نے ایک مثال لکھی ہے کہ دیوار جب دھوپ سے روشن ہوئی تو اُس نے آفتاب کو کہا کہ میں بھی تیری طرح روشن ہوں۔ آفتاب نے کہا کہ رات کو جب میں نہ ہوں گا تو پھر تو کہاں سے لیگی؟ اسی طرح انسان کو جو روشنی عطا ہوتی ہے۔ وہ بھی مستقل نہیں ہوتی بلکہ عارضی ہوتی ہے اور ہمیشہ اُسے اپنے ساتھ رکھنے کے لئے استغفار کی ضرورت ہے۔ انبیاء جو استغفار کرتے ہیں اس کی بھی یہی وجہ ہوتی ہے کہ وہ ان باتوں سے آگاہ ہوتے ہیں اور ان کو خطرہ لگا رہتا ہے کہ نُور کی جو چادر ہمیں عطا کی گئی ہے ایسا نہ ہو کہ وہ چھن جاوے نادان لوگ لاعلمی کی وجہ سے یہ کہتے اور فخر کرتے ہیں کہ مسیح استغفار نہ کرتا تھا۔ حالانکہ یہ بات کسی قسم کے ناز کی نہیں بلکہ رونے اور افسوس کرنے کی ہے۔ اگر وہ استغفار نہ کرتا تھا تو گویا اس نُور سے بالکل محروم تھا جو کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدوں کو عطا کیا کرتا ہے۔ کوئی نبی جس قدر زیادہ استغفار کرنے والا ثابت ہو گا اسی قدر اس کا درجہ بڑا اور بلند ہو گا لیکن جس کو یہ حالت حاصل نہیں تو وہ خطرہ میں ہے اور ممکن ہے کہ کسی وقت اس سے وہ چادر حفاظت کی چھین لی جاوے کیونکہ نبیوں کو بھی وہ مستعار طور پر ملتی ہے اور وہ پھر استغفار کے ذریعہ اسے مدامی طور پر رکھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اصل انوار تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور نبی ہو یا کوئی اَور، سب خدا تعالیٰ سے انہیں حاصل کرتے ہیں سچے نبی کی یہی علامت ہے کہ وہ اس روشنی کی حفاظت بذریعہ استغفار کے کرے۔ استغفار کے یہی معنے ہوتے ہیں کہ موجودہ نور جو خدا تعالیٰ سے حاصل ہوا ہے وہ محفوظ رہے اور زیادہ اَور ملے۔ اسی کی تحصیل کے لئے پنجگانہ نماز بھی ہے تا کہ ہر روز دل کھول کھول کر اس روشنی کو خدا تعالیٰ سے مانگ لیوے جسے بصیرت ہے وہ جانتا ہے کہ نماز ایک معراج ہے اور وہ نماز ہی کی تضرع اور ابتہال سے بھری ہوئی دعا ہے کہ جس سے یہ امراض سے رہائی پا سکتا ہے۔ وہ لوگ بہت بیوقوف ہیں جو دُوری ڈالنے والی تاریکی کا علاج نہیں کرتے۔ میرے پاس اکثر خطوط آتے ہیں مگر ان میں یہی لکھا ہوتا ہے کہ میرے املاک کے لئے یا اولاد کے لئے دعا ہو۔ فلاں مقدمہ ہے یا فلاں مرض ہے وہ اچھا ہو جاوے لیکن مشکل سے کوئی خط ایسا ہوتا ہے جس میں ایمان یا ان تاریکیوں کے دُور ہونے کے لئے درخواست کی گئی ہو۔ بعض خطوط میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ اگر مجھے پانسو روپیہ مل جاوے تو میں بیعت کر لُوں۔ بیوقوفوں کو اتنا خیال نہیں کہ جن باتوں کو ہم چھوڑانا چاہتے ہیں۔ وہی ہم سے طلب کی جاتی ہیں۔ اسی لئے میں اکثر لوگوں کی بیعت سے خوف کرتا ہوں۔ کیونکہ سچی بیعت کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ بعض تو ظاہری شروط لگاتے ہیں جیسے کہ اُوپر ذکر ہوا۔ اور بعض لوگ بعد بیعت کے ابتلا میں پڑ جاتے ہیں۔ جیسے کسی کالڑکا مر گیا تو شکایت کرتا ہے، میں نے تو بیعت کی تھی یہ صدمہ مجھے کیوں ہوا؟ اس نادان کو یہ خیال نہیں آتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باوجود کہ پیغمبر تھے مگر آپ کے گیارہ بچے فوت ہو گئے اور کبھی شکایت نہ کی کہ خُداوندا تو نے مجھے پیغمبر بنایا تھا میرے بچے کیوں مار دیئے۔

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ 121۔ 125، سن اشاعت 1984ء مطبوعہ لندن)

نفس کے ہم پر حقوق

نفس کی تین حالتیں ہیں۔ یا یہ کہو کہ نفس تین رنگ بدلتا ہے۔ بچپن کی حالت میں نفس زکیہ ہوتا ہے یعنی بالکل سادہ ہوتا ہے۔ اس عمر کے طے کرنے کے بعد پھر نفس پر تین حالتیں آتی ہیں۔ سب سے اوّل جو حالت ہوتی ہے اس کا نام نفس امارہ ہے۔ اس حالت میں انسان کی تمام طبعی قوتیں جوش زن ہوتی ہیں اور اس کی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے دریا کا سیلاب آجاوے اس وقت قریب ہے کہ غرق ہو جاوے۔ یہ جوش نفس ہر قسم کی بے اعتدالیوں کی طرف لے جاتا ہے، لیکن پھر اس پر ایک حالت اَور بھی آجاتی ہے جس کا نام نفس لوّامہ ہے۔ اس کا نام لوّامہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ بدی پر ملامت کرتا ہے اور یہ حالت نفس کی روا نہیں رکھتی کہ انسان ہر قسم کی بے اعتدالیوں اور جوشوں کا شکار ہوتا چلا جاوے۔ جیسا کہ نفس امارہ کی صورت میں تھا۔ بلکہ نفس لوّامہ اُسے بدیوں پر ملامت کرتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ نفس لوّامہ کی حالت میں انسان بالکل گُناہ سے پاک اور بَری نہیں ہوتا۔ مگر اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ اس حالت میں انسان کی شیطان اور

گناہ کے ساتھ ایک جنگ ہوتی رہتی ہے۔ کبھی شیطان غالب آ جاتا ہے اور کبھی وہ غالب آ جاتا ہے۔ مگر نفس لوّامہ والا خدا تعالیٰ کے رحم کا مستحق ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بدیوں کے خلاف اپنے نفس سے جنگ کرتا رہتا ہے اور آخر اسی کشمکش اور جنگ و جدل میں اللہ تعالےٰ اس پر رحم کر دیتا ہے اور اُسے وہ نفس کی حالت عطا ہوتی ہے جس کا نام مطمئنّہ ہے۔ یعنی اس حالت میں انسان شیطان اور نفس کی لڑائی میں فتح پا کر انسانیت اور نیکی کے قلعہ کے اندر آ کر داخل ہو جاتا ہے اور اس قلعہ کو فتح کر کے مطمئن ہو جاتا ہے۔ اس وقت یہ خدا پر راضی ہوتا ہے اور خدا تعالےٰ اس پر راضی ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ پورے طور پر اللہ تعالےٰ کی عبادت اور اطاعت میں فنا اور محو ہو جاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی مقادیر کے ساتھ اس کو پُوری صلح اور رضا حاصل ہوتی ہے۔

یٰۤاَیَّتُہَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ ﴿۲۸﴾ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً ﴿۲۹﴾ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ﴿۳۰﴾ وَ ادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ ﴿۳۱﴾

(الفجر:28تا31)

یعنی اے نفس آرام یافتہ جو خدا سے آرام پا گیا ہے اپنے خدا کی طرف واپس چلا آ۔ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں مل جا اور میرے بہشت کے اندر آ جا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سچا رجوع اس وقت ہوتا ہے جبکہ خدا تعالےٰ کی رضا سے رضاءِ انسانی مل جاوے۔ یہ وہ حالت ہے جہاں انسان اولیاء اور ابدال اور مقربین کا درجہ پاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں اللہ تعالےٰ سے مکالمہ کا شرف ملتا ہے اور وحی کی جاتی ہے۔ اور چونکہ وہ ہر قسم کی تاریکی اور شیطانی شرارت سے محفوظ ہوتا ہے۔ ہر وقت اللہ تعالےٰ کی رضا میں زندہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ایک ابدی بہشت اور سرور میں ہوتا ہے۔ انسانی ہستی کا مقصدِ اعلیٰ اور غرض اسی مقام کا حاصل کرنا ہے اور یہی وہ مقصد ہے جو اسلام کے لفظ میں اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے کیونکہ اسلام سے سچی مراد یہی ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کی رضا کے تابع اپنی رضا کر لے۔

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ 190- 192، سن اشاعت 1984ء مطبوعہ لندن)

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ زمانہ جو شباب اور جوانی کا زمانہ ہے ایک ایسا زمانہ ہے کہ نفس امّارہ نے اس کو ردّی کیا ہوا ہے لیکن اگر کوئی کارآمد ایام ہیں تو یہی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السّلام کی زبانی قرآن شریف میں درج ہے وَ مَاۤ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ (یوسف: 54) یعنی میں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہرا سکتا کیونکہ نفسِ امارہ بدی کی طرف تحریک کرتا ہے۔ اس کی اس قسم کی تحریکوں سے وہی پاک ہوسکتا ہے جس پر میرا ربّ رحم کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کی بدیوں اور جذبات سے بچنے کے واسطے نری کوشش ہی شرط نہیں بلکہ دعاؤں کی بہت بڑی ضرورت ہے نرا زہد ظاہری ہی (جو انسان اپنی سعی اور کوشش سے کرتا ہے) کارآمد نہیں ہوتا۔ جب تک خدا تعالےٰ کا فضل اور رحم ساتھ نہ ہو اور اصل تو یہ ہے کہ اصل زہد اور تقویٰ تو ہے ہی وہی جو خدا تعالےٰ کی طرف سے آتا ہے۔ حقیقی پاکیزگی اور حقیقی تقویٰ اسی طرح ملتا ہے ورنہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ بہت سے جالے بالکل سفید ہوتے ہیں اور باوجود سفید ہونے کے بھی وہ پلید ہو سکتے ہیں تو اس ظاہری تقویٰ اور طہارت کی ایسی ہی مثال ہے۔ تاہم اس حقیقی پاکیزگی اور حقیقی تقویٰ اور طہارت کے حصول کے لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ اسی زمانہ شباب و جوانی میں انسان کوشش کرے جبکہ قویٰ میں قوت اور طاقت اور دل میں ایک امنگ اور جوش ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں کوشش کرنا عقلمند کا کام ہے اور عقل اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔

اس مقصد کے حاصل کرنے کے واسطے (جیسا کہ میں پہلے کئی مرتبہ بیان کر چکا ہوں) اول ضروری ہے کہ انسان دیدہ دانستہ اپنے آپ کو گناہ کے گڑھے میں نہ ڈالے ورنہ وہ ضرور ہلاک ہوگا۔ جو شخص دیدہ دانستہ بد راہ اختیار کرتا ہے یا کنوئیں میں گرتا ہے اور زہر کھاتا ہے وہ یقیناً ہلاک ہوگا۔ ایسا شخص نہ دنیا کے نزدیک اور نہ خدا تعالیٰ کے نزدیک قابلِ رحم ٹھہر سکتا ہے اس لئے یہ ضروری اور بہت ضروری ہے خصوصاً ہماری جماعت کے لئے (جس کو اللہ تعالےٰ نمونہ کے طور پر انتخاب کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک نمونہ ٹھہرے) کہ جہانتک ممکن ہے بدصحبتوں اور بد عادتوں سے پرہیز کریں۔ اور اپنے آپ کو نیکی کی طرف لگائیں۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے واسطے جہانتک تدبیر کا حق ہے تدبیر کرنی چاہیے اور کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرنا چاہیے۔

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ 258- 260، سن اشاعت 1984ء مطبوعہ لندن)

بنی نوع کے ہم پر حقوق

یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے فضل کے حاصل کرنے کے دو راہ ہیں۔ ایک تو زہدنفس کشی اور مجاہدات کا ہے اور دوسرا قضا و قدر کا۔ لیکن مجاہدات سے اس راہ کا طے کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ اس میں انسان کو اپنے ہاتھ سے اپنے بدن کو مجروح اور خستہ کرنا پڑتا ہے۔ عام طبائع بہت کم اس پر قادر ہوتی ہیں کہ وہ دیدہ دانستہ تکلیف جھیلیں۔ لیکن قضا و قدر کی طرف سے جو واقعات اور حادثات انسان پر آ کر پڑتے ہیں وہ ناگہانی ہوتے ہیں اور جب آ پڑتے ہیں تو قہر درویش بر جانِ درویش ان کو برداشت کرنا ہی پڑتا ہے جو کہ اس کے تزکیہ نفس کا باعث ہو جاتا ہے جیسے شہداء کو دیکھو کہ جنگ کے بیچ میں لڑتے لڑتے جب مارے جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے نزدیک کس قدر اجر کے مستحق ہوتے ہیں۔ یہ درجاتِ قرب بھی ان کو قضا و قدر سے ہی ملتے ہیں۔ ورنہ اگر تنہائی میں اُن کو اپنی گردنیں کاٹنی پڑیں تو شاید بہت تھوڑے ایسے نکلیں جو شہید ہوں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ غرباء کو بشارت دیتا ہے وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَ الۡجُوۡعِ وَ نَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَنۡفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ۔ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ (البقرہ: 156- 157) اس کا یہی مطلب ہے کہ قضا و قدر کی طرف سے ان کو ہر ایک قسم کے نقصان پہنچتے ہیں اور پھر وہ صبر کرتے ہیں تو خدا تعالےٰ کی عنایتیں اور رحمتیں ان کے شامل حال ہوتی ہیں کیونکہ تلخ زندگی کا حصّہ ان کو بہت ملتا ہے لیکن امراء کو یہ کہاں نصیب۔ امیروں کا تو یہ حال ہے کہ پنکھا چل رہا ہے۔ آرام سے بیٹھے ہیں۔ خدمتگار چائے لایا ہے اگر اس میں ذرا سا قصور بھی ہے خواہ میٹھا ہی کم یا زیادہ ہے تو غصّہ سے بھر جاتے ہیں۔ خدمت گار پر ناراض ہوتے ہیں۔ بہت غصہ ہو تو مارنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ مقام شکر کا ہے کہ اُن کو ہل جوتنا نہیں پڑا۔ کاشتکاری کے مصائب برداشت نہیں کئے۔ چولھے کے آگے بیٹھ کر آگ کے سامنے تپش کی شدت برداشت نہیں کی اور پکی پکائی شئے محض خدا تعالیٰ کے فضل سے سامنے آ گئی ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے رطب اللساں ہوتے۔ لیکن اس کے سارے احسانوں کو بھول کر ایک ذرا سی بات پر سارا کیا کرایا رائیگاں کر دیتے ہیں۔ حالانکہ جیسے وہ خدمتگار انسان ہے اور اس سے غلطی اور بھول ہو سکتی ہے ویسے ہی وہ (امیر) بھی تو انسان ہے۔ اگر اس خدمتگار کی جگہ خود یہ کام کرتا ہوتا تو کیا یہ غلطی نہ کرتا؟ پھر اگر ماتحت آگے سے جواب دے تو اس کی اور شامت آتی ہے اور آقا کے دل میں رہ رہ کر جوش اُٹھتا ہے کہ یہ ہمارے سامنے کیوں بولتا ہے اور اسی لئے وہ خدمتگار کی ذلّت کے درپے ہوتا ہے حالانکہ اس کا حق ہے کہ وہ اپنی غلطی کی تلافی کے لئے زبان کشائی کرے۔ اس پر مجھے ایک بات یاد آئی ہے کہ سلطان محمود کی (یا ہارون الرشید کی) ایک کنیز تھی۔ اُس نے ایک دن بادشاہ کا بستر جو کیا تو اُسے گدگدا اور ملائم اور پھولوں کی خوشبو سے بسا ہوا پا کر اس کے دل میں آیا کہ میں بھی لیٹ کر دیکھوں تو سہی اس میں کیا آرام حاصل ہوتا ہے۔ وہ لیٹی تو اُسے نیند آ گئی۔ جب بادشاہ آیا تو اُسے سوتا پا کر ناراض ہوا۔ اور تازیانہ کی سزا دی۔ وہ کنیز روتی بھی جاتی اور ہنستی بھی جاتی۔ بادشاہ نے وجہ پوچھی تو اُس نے کہا کہ روتی تو اس لئے ہوں کہ ضربوں سے درد ہوتی ہے اور ہنستی اس لئے ہوں کہ میں چند لمحہ اس پر سوئی تو مجھے یہ سزا ملی اور جو اس پر ہمیشہ سوتے ہیں ان کو خدا معلوم کس قدر عذاب بھگتنا پڑے گا۔ پس غریبوں کو ہرگز بے دل نہ ہونا چاہیئے۔ ان کا قدم آگے ہی ہے لیکن وہ کوشش کریں کہ تھوڑی بہت جو کسر ہے وہ نکال دیویں۔ کیونکہ بعض وقت ان لوگوں سے غریبی میں بھی بڑے بڑے گناہ صادر ہو جاتے ہیں۔ صبر نہیں کرتے خدا تعالےٰ کو گالیاں دینے لگ جاتے ہیں۔ معاش کی قلت ہو تو چوری، ڈاکہ اور دوسرے جرائم شروع کر دیتے ہیں۔ ایسی حالتوں میں صبر کرنا چاہیئے اور خدا تعالےٰ کی نافرمانی کی طرف ہرگز مائل نہ ہونا چاہیئے۔ غربت اور کم رزقی دراصل انسان کو انسان بنانے کے لئے بڑی کیمیا ہے بشرطیکہ اس کے ساتھ اور قصور نہ ہوں۔ جیسے مالداروں میں تکبّر اور نخوت وغیرہ پیدا ہو کر ان کے اعمال کو تباہ کر دیتے ہیں ویسے ہی ان میں بے صبری موجب ہلاکت ہوتی ہے۔ اگر غریب لوگ صبر سے کام لیں تو ان کو وہ حاصل ہو جو اَور لوگوں کو مجاہدہ سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ خدا تعالیٰ نے اصل میں بڑا احسان کیا ہے کہ انبیاء کے ساتھ غریبی کا حصّہ بھی رکھ دیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بکریاں چرایا کرتے تھے موسیٰؑ نے بکریاں چرائیں۔ کیا امراء یہ کام کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک جنگل میں ہوا۔ وہاں کچھ پھلدار درخت تھے۔ چند ایک صحابی جو کہ ہمراہ تھے وہ ان کا پھل توڑ کر کھانے لگے تو آپؐ نے فرمایا کہ فلاں درخت کا پھل کھاؤ بہت شیریں ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ یا حضرت آپ کو کیسے معلوم ہے؟ فرمایا کہ جب میں بکریاں چرایا کرتا تھا تو اس جنگل میں بھی آیا کرتا اور ان پھلوں کو کھایا کرتا تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تجویز نہیں کیا کہ انبیاء شاہی خاندان سے ہوں ورنہ تکبّر اور نخوت کا کچھ نہ کچھ حصّہ ان میں ضرور رہ جاتا۔ اور پھر نبوت کے بھی دو حصّے کر دیئے۔ ایک مصائب اور شدائد کا۔ اور دوسرا فتح و نصرت کا۔ انبیاء کی زندگی کے ان دو حصّوں میں بھی الٰہی حکمت تھی۔ ایک تو یہی تھی کہ ان کے اخلاق میں ترقی ہو۔ اور سچّی بات یہی ہے کہ جوں جوں نبوت کا زمانہ گزرتا ہے اور واقعات اور حادثات کی صورت بدلتی جاتی ہے انبیاء کی اخلاقی حالت بھی ترقی کرتی جاتی ہے۔ ابتداء میں ممکن ہے کہ غصّہ وغیرہ زیادہ ہو۔ اس لئے نبی کی زندگی کا آخری حصّہ بہ نسبت پہلے کے بلحاظ اخلاق کے بہت ترقی یافتہ ہوتا ہے۔ اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ ابتداء میں ان کے اخلاق عام لوگوں سے ترقی یافتہ نہیں ہوتے بلکہ یہ مراد ہے کہ اپنے دائرہ نبوت میں وہ آخری حصہ عمر میں بہت مؤدب ہوتے ہیں ورنہ اُن کی ابتدائی زندگی کا حصہ بھی اخلاق میں تو کل لوگوں سے اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے۔

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ 113- 116، سن اشاعت 1984ء مطبوعہ لندن)

(ترتیب و کمپوزڈ: عنبرین نعیم)

رحمت اللہ بندیشہ۔ مبلغ سلسلہ واستاد جامعہ احمدیہ جرمنی

آنحضرت ﷺ کا پُرحکمت طریقِ تربیت

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۲﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ تُو کہہ دے اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی پس اگر وہ پھر جائیں تو یقیناً اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا

(آل عمران: 32-33)

گویا محبِّ خدا ہونے کے لیے محبّ رسول ہونا لازم ہے اور محبّ رسول ہونے کے لیے مطیع رسول ہونا ضروری ہے۔

ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ عرب کی ایسی ان پڑھ قوم میں مبعوث کئے گئے جو گمراہی میں اپنی مثال نہ رکھتی تھی۔ آپ نے اپنے حسن اخلاق، محبت وشفقت اور دعاؤں سے ان بدّووں کی ایسے اعلیٰ درجے کی تربیت فرمائی اور ان کے دل وسینہ کو ایسا منور کیا کہ وہ آسمانِ روحانیت کے روشن ستارے بن گئے۔ یہ کرامت دراصل نبی کریم ﷺ کے حسنِ کردار اور پاکیزہ عملی نمونہ کی تھی۔

دراصل انسان ابتداً سب سے زیادہ اپنی ماں کے قدموں میں سیکھتا ہے اور ہم عشاق رسول اللہ ﷺ نے ایک عظیم سبق اپنی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے سیکھا ہے چنانچہ حضرت ہشام بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ کے پاس آیا اور کہا:

يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَخْبِرِيْنِيْ بِخُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ، أَمَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ، قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

(القلم: 5)

یعنی ہشام بن عامر نے کہا کہ اے امّ المؤمنین مجھے حضور ﷺ کے اخلاق فاضلہ کے متعلق کچھ بتائیں۔ تو اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے اخلاق تو قرآن ہیں؛ فرمایا کہ کیا تم قرآن میں خدا تعالیٰ کا یہ قول نہیں پڑھتے۔ کہ اے نبیؐ یقیناً آپ عظیم الشان اخلاق فاضلہ پر قائم ہیں۔

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند النساء۔ مُسْنَدُ الصِّدِّيقَةِ عَائِشَةَ بِنْتِ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا)

رسول کریم ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد ہی یہ بیان فرمایا ہے:

بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ

کہ میں بہترین اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔ بلاشبہ آپ نے مکارم اخلاق کے بہترین نمونے قائم کرنے کا حق ادا کر کے دکھا دیا اور ہر خُلق کو اُس کی معراج تک پہنچا دیا۔ تبھی تو عرش کے خدا نے اس پر گواہی دی کہ

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

(القلم: 5)

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال
وہ سب جمع ہیں آپ میں لامحال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال
ہر اک رنگ ہے بس عدیم المثال

اس مضمون میں حضرت رسول کریم ﷺ کا قرآن کریم کی تعلیم کو عملی جامعہ پہناتے ہوئے پُرحکمت تربیت کے متعلق عظیم نمونہ کی چند جھلکیاں پیش کرنا مقصود ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ تربیت کے وہ پہلو جنکا ہمیں اپنی زندگی سب سے زیادہ واسطہ پڑتا ہے

اہل خانہ کی تربیت

تربیت کیلئے قرآن شریف کا بنیادی اُصول یہ ہے:

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا

(التحریم: 7)

یعنی اپنے نفس اور اپنے گھروالوں کو آگ سے بچاؤ۔ نیز قرآن کریم حضرت اسماعیل علیہ السلام کا یہ طرزِ عمل بیان فرماتا ہے:

وَ كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ ۪ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۶﴾

(مریم: 56)

یعنی: اور وہ اپنے گھروالوں کو نماز اور زکو کا حکم دیا کرتا تھا اور اپنے رب کے حضور بہت ہی پسندیدہ تھا۔

نبی کریم ﷺ اس ارشاد کی تعمیل میں ہمیں تمام عبادات، اخلاق اور تمدنی امور میں تربیت کا آغاز گھر کے یونٹ سے کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ تہجد کی نماز پڑھتے چلے جاتے اور جب آخری حصہ ہوتا اور وتر ادا کرنے لگتے تو مجھے بھی جگا لیتے۔ رسول کریمؐ نے اپنی اولاد کی تربیت کی بنیاد محبت الٰہی پر رکھی تا کہ اللہ کی محبت ان کے دل میں ایسی گھر کر جائے کہ غیر اللہ سے آزاد ہو جائیں۔ چنانچہ نبی کریمؐ حضرت حسن وحسین کو گود میں لے کر دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔

(مسند احمد، جلد2 صفحہ 644 مطبوعہ بیروت)

اسی طرح قرآن نے تربیت کرنے والوں کو حکم دیا ہے کہ اگر حقیقی تربیت کرنی ہے تو لازم ہے کہ تم نرم دلی کو اپنا شیوہ بنا لو۔ چنانچہ فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ

(آل عمران: 160)

پس اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تُو ان کے لئے نرم ہو گیا اور اگر تُو تندخو (اور) سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دُور بھاگ جاتے پس ان سے درگزر کر اور ان کے لئے بخشش کی دعا کر۔

گویا علّام الغیوب خدا گواہی دیتا ہے کہ اگر آپ ﷺ سخت دل اور بداخلاق ہوتے تو لوگ تتر بتر ہو کر آپ سے دور بھاگ جاتے۔ نبی کریم ﷺ درشت طبع لوگوں کی تربیت بھی نرمی سے کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص ملنے آیا جو رشتہ داروں سے بدسلوکی اور قطع رحمی کرتا تھا۔ آپ اس سے بہت نرمی سے پیش آئے۔ حضرت عائشہؓ نے وجہ پوچھی تو فرمایا بدترین لوگ وہ ہیں جن کی بدزبانی سے بچنے کے لئے لوگ ان سے جان بچائیں۔

(بخاری، کتاب الادب باب 13)

آنحضورؐ بغیر ضرورت کے گفتگو نہ فرماتے تھے اور جب بولتے تھے تو فصاحت و بلاغت سے بھر پور نہایت بامعنی کلام فرماتے۔ خود بات شروع کرتے اور اسے انتہا تک پہنچاتے۔ آپؐ کی گفتگو فضول باتوں اور ہر قسم کے نقص سے مبرّا اور بہت واضح ہوتی تھی۔ اپنے ساتھیوں سے تلخ گفتگو نہیں کرتے تھے۔ نہ ہی انہیں باتوں سے رسوا کرتے تھے۔ معمولی سے معمولی احسان کا ذکر بھی تعظیم سے کرتے اور کسی کی مذمت نہ کرتے۔ کسی پر محض دنیوی بات کی وجہ سے ناراض نہ ہوتے البتہ جب کوئی حق سے تجاوز کرتا تو پھر آپؐ کے غصہ کو کوئی نہ روک سکتا تھا اور ایسی بات پر آپ سزا ضرور دیتے تھے مگر محض اپنی ذات کی خاطر غصے ہوتے تھے نہ انتقام لیتے تھے۔ غصے میں منہ پھیر لیتے تھے۔ خوش ہوتے تو آنکھیں نیچی کر لیتے۔ مسکراتے تو سفید دانت اس طرح آبدار ہوتے جیسے بادل سے گرنے والے اولے۔

(الشفاء للقاضی عیاض، جلد اصفحہ160۔ طبقات ابن سعد جلد اصفحہ 422)

زیادہ تر آپؐ کی ہنسی مسکراہٹ کی حد تک ہوتی تھی۔ مسکرانا تو آپؐ کی عادت تھی۔ صحابہ کہتے ہیں:

''ہم نے حضور سے زیادہ مسکرانے والا کوئی نہیں دیکھا۔ خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ تمتما اُٹھتا تھا۔''

(مسند احمد بن حنبل، جلد 4۔ صفحہ 358)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہم سے مزاح بھی کر لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں سچ کے سوا کچھ نہیں کہتا۔

(المعجم الکبیر لطبرانی، جلد 21۔ صفحہ 391)

اسی طرح قرآن تربیت کرنے والوں کو ہدایت دیتا ہے:

وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ

(الانعام: 53)

یعنی تو ان لوگوں کو جو اپنے رب کو اس کی رضا چاہتے ہوئے صبح اور شام کو بھی پکارتے ہیں نہ دھتکار۔ تو حضور ﷺ کا عظیم الشان اخلاق اسوہ یہ نظر آتا ہے کہ غریب سے غریب مسلمان کمزور سے کمزور مؤمن بھی آپ سے ملتا ہے تو وہ آپ کی محبت اور شفقت اور مسکراہٹ کا حظ اٹھاتا ہے۔ حضرت زاہر رضی اللہ عنہ ایک صحرانشین، غریب، غریبانہ لباس میں ملبوس، صحراء کی پیداوار لا کر مدینہ کی منڈیوں میں فروخت کر رہے ہیں۔ حضور سراپا شفقت اور محبت پیچھے سے جا کر ان کی آنکھوں پر دونوں ہاتھ رکھ دیتے ہیں اور وہ یہ جان کر ایک غریب بیکس سے ایسی محبت کرنے والا حضور کے سوا اور کون ہوسکتا ہے بڑے پیارے اپنے غریبانہ لباس کے ساتھ اپنا جسم حضور کے جسم مبارک سے رگڑنے لگتے ہیں اور شفقت اور عشق ومحبت کا فوارہ ہے جو دو طرف سے پھوٹ رہا ہے اور حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے غریبوں، مسکینوں میں تلاش کرو۔

پس ہمارے نبی کریمؐ تو حسن ظاہری وباطنی کا بہترین نمونہ تھے، ایک شاعر نے آپؐ کے بارے میں کیا خوب کہا ہے:

وَأَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ
وَأَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

کہ اے محمد ﷺ تجھ سے زیادہ حسین کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور تجھ سے بڑھ کر خوبصورت کبھی عورتوں نے کوئی پیدا نہیں کیا۔

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

اے پاک نبی آپ ہر عیب سے اس طرح پاک وصاف پیدا کئے گئے گویا جس طرح آپ چاہتے تھے اس طرح ہی بنائے گئے۔

محاسبہ نفس

نیز تربیت کا ایک نہایت عمدہ طریق محاسبہ نفس اور مسابقت فی الخیرات ہے۔ چنانچہ قرآن کریم ایک طرف یہ کہتا ہے:

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

(البقرہ:149)

نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی جدوجہد کرتے رہو کا حکم دیتا ہے، مگر ساتھ ہی اپنے سے آگے نکل جانے والوں کو حسد کی نظر سے دیکھنے سے منع فرماتا ہے اور وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ

(النساء:33)

کہ تم سے کسی کو اگر اللہ نے (مال میں، صحت میں، عہدہ میں، رسوخ میں، شکل میں) فضیلت دی ہے تو بے جا طور پر اس سے آگے بڑھنے کی آرزو نہ کرو۔

فرمایا رشک کرنا ہے تو دو باتوں میں کرو۔ ایک اگر کسی کو اللہ نے قرآن مجید کا علم دیا ہے، قرآنی علم وحکمت سے نوازا ہے اور وہ اس کے مطابق کام کرتا ہے، فیصلے کرتا ہے، تعلیم دیتا ہے تو یہ خواہش کر سکتے ہو کہ اللہ تمہیں بھی علم قرآن دے اور تم بھی اس کی طرح کام کرو۔ دوسری بات یہ کہ کسی کو خدا نے دولت دی ہے اور وہ اس دولت کو بے دھڑک صحیح مصرف میں خرچ کرتا ہے تو بھی اس لائق ہے کہ اس پر رشک کیا جائے۔

حضور ﷺ اپنے صحابہ کا جائزہ بھی لیتے رہتے تھے چنانچہ حضرت عبدالرحمان بن ابی بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے صحابہ سے پوچھا کہ آج مسکین کو کھانا کس نے کھلایا؟ تو جواب میں حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ میں مسجد میں آیا تو ایک محتاج کو دیکھا۔ میں نے اپنے بچے عبدالرحمانؓ کے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا لے کر اس مسکین کو دے دیا۔

(ابوداؤد، کتاب الزکوۃ باب المسئلة فی المساجد۔ حدیث 1670)

اسی طرح آپؐ نے پوچھا آج اپنے کسی بھائی کی عیادت کس نے کی؟ تو جواب میں حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ مجھے اپنے بھائی عبدالرحمان بن عوفؓ کی بیماری کی اطلاع ملی تھی۔ آج نماز پر آتے ہوئے ان کے گھر سے ہو کر ان کا حال پوچھتے ہوئے آیا ہوں۔ آپؐ نے پوچھا آج (نفلی) روزہ کس نے رکھا ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ وہ روزے سے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے یہ سب نیکیاں ایک دن میں جمع کیں اس پر جنت واجب ہوگئی۔ حضرت عمرؓ نے یہ سنا تو روح مسابقت نے جوش مارا اور کہنے لگے کہ خوش نصیب وہ جو جنت کو پا گئے۔ تب نبی کریم ﷺ نے ایک ایسا دعائیہ جملہ عمرؓ کے حق میں بھی فرمایا کہ عمر کا دل اس سے راضی ہوگیا۔ آپؐ نے دعا کی، اللہ عمر پر بھی رحم کرے۔ اللہ عمر پر رحم کرے۔ جب بھی وہ کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے ابوبکرؓ اس سے سبقت لے جاتا ہے۔

(مجمع الزوائد لهيثمى، جلد 3 صفحه 385 مطبوعه بيروت)

قرآن میں آیا ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۵﴾

(البقرہ:45)

کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو جبکہ تم کتاب بھی پڑھتے ہو آخر تم عقل کیوں نہیں کرتے کہہ کر ان لوگوں کو ملامت کرتا ہے جو دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور خود تساہل کرتے ہیں تو حضور ﷺ کا یہ اسوہ حسنہ نظر آتا ہے کہ جو حکم دیتے اس پر سب سے پہلے خود عمل فرماتے، جو ارشاد فرماتے اس کی سب سے بڑھ کر تعمیل فرماتے۔ ہر مشکل ہر خطرہ کے وقت خود سب سے آگے ہوتے۔ ایک دفعہ مدینہ میں رات کے وقت شور اٹھا، صحابہ جمع ہوئے اور آواز کی طرف روانہ ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک برق رفتار گھوڑے پر سوار واپس تشریف لا رہے ہیں اور فرماتے ہیں:

لَمْ تُرَاعُوْا، لَمْ تُرَاعُوْا

(بخاری، کتاب الجهاد بَابُ الحَمَائِلِ وَتَعْلِيقِ السَّيْفِ بِالعُنُقِ)

گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہر طرح خیریت ہے۔

حضرت براء بن عازبؓ جو ایران کی جنگوں میں قیادت کے لئے معروف ہیں، بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے بہادر وہ سمجھا جاتا تھا جو دوران جنگ حضور کے برابر کھڑا رہ سکے۔ اگر سود معاف فرماتے ہیں تو سب سے پہلے اپنے خاندان کا، اگر جاہلیت کے زمانہ کے قصاص کا دروازہ بند فرماتے ہیں تو سب سے پہلے اپنے گھر کا۔

ہم جب بھی کسی جگہ بطور مبلغ سلسلہ تعینات ہوتے ہیں اور احباب جماعت بعض اوقات اپنی ضروریات جو کہ بالعموم علمی یا انتظامی نوعیت کی ہوتی ہیں ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ تو ہمیں یہ قرآنی حکم یاد رکھنا چاہیے:

وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿۱۱﴾

(الضحیٰ: 11)

اور جہاں تک سوالی کا تعلق ہے تو اُسے مت جھڑک یعنی جو بھی آپ کے پاس قوتیں اور استعدادیں ہیں اور کوئی طالب آپ کے پاس آیا ہے تو حتّی المقدور اس کی مدد کرنا آپ پر لازم ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا اسوہ یہ ہے کہ ایک خاتون آپ کے لئے اپنے ہاتھ سے بُن کر لباس تیار کر کے آپ کو پیش کرتی ہے ایک صحابی اس کو دیکھتے ہیں اور وہ اس کو پسند آتا ہے اور وہ عرض کرتا ہے یہ لباس بہت ہی خوبصورت ہے یا رسول اللہ مجھے دے دیجئے۔ آپ اندر تشریف لے گئے اور اتار کے اس صحابیؓ کو لباس بھجوا دیا۔ لوگوں نے اس کو کہا تم نے اچھا نہیں کیا۔ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا کہ نبی کریم ﷺ نے وہ چادر پہنی تھی اور آپ ﷺ کو اس کی ضرورت بھی تھی لَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَآئِلًا اور تم جانتے ہو کہ آپ ﷺ سائل کو رد نہیں کیا کرتے۔ اس صحابی نے بتایا کہ وَاللّٰهِ! مَا سَأَلْتُهُ لِأَلْبَسَهُ إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُوْنَ كَفَنِيْ۔ وہ میں نے پہننے کے لیے نہیں مانگی تھی، بلکہ اس لئے مانگی تھی کہ وہ میرا کفن ہو۔

(بخاری، کتاب الجنائز بَابُ مَنِ اسْتَعَدَّ الكَفَنَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يُنْكَرْ عَلَيْهِ)

اسی طرح اگر قرآن کہتا ہے:

وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَ اِذَا جَآءَهُمْ
اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ

(النساء: 84)

یعنی جب بھی ان کے پاس کوئی امن یا خوف کی بات آئے تو وہ اُسے مشتہر کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے (پھیلانے کی بجائے) رسول کی طرف یا اپنے میں سے کسی صاحب امر کے سامنے پیش کر دیتے تو ان میں سے جو اُس سے استنباط کرتے وہ ضرور اُس (کی حقیقت) کو جان لیتے۔

یعنی بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی اچھی خبر آئے یا تکلیف دہ خبر ہو اس کی تشہیر اور اشاعت کرنے لگتے ہیں تو ہمارے نبی ﷺ فرماتے ہیں:

كَفٰى بِالْمَرْءِ مِنَ الْكَذِبِ أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

(المستدرك على الصحيحين، كتاب البيوع وَأَمَّا حَدِيثُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ)

کہ انسان کے جھوٹے ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ ہر بات جو وہ سنے آگے بیان کر دے۔

اجتماعی تربیت کا مرکزی نظام

رسول کریم علیہ وسلم نے قرآنی ارشاد کے تابع یہ نظام تربیت بھی جاری فرما رکھا تھا کہ مختلف علاقوں سے لوگ مرکز میں آکر اور آپ کی صحبت میں رہ کر دین کا گہرا فہم حاصل کریں اور واپس جاکر اپنی قوم کی تربیت کریں۔ چنانچہ سورۃ التوبۃ میں اللہ فرماتا ہے:

وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

(التوبہ: 122)

مومنوں کے لئے ممکن نہیں کہ وہ تمام کے تمام اکٹھے نکل کھڑے ہوں پس ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ان کے ہر فرقہ میں سے ایک گروہ نکل کھڑا ہو تا کہ وہ دین کا فہم حاصل کریں اور وہ اپنی قوم کو خبردار کریں جب وہ ان کی طرف واپس لَوٹیں تاکہ شاید وہ (ہلاکت سے) بچ جائیں۔

اصحاب صفّہ کا ایک گروہ ہمیشہ مسجد نبوی کے قرب میں رسول اللہؐ کے زیر تعلیم و تربیت رہتا تھا جن کے قیام و طعام کا مناسب بندوبست بھی آپ فرماتے تھے۔

چنانچہ حضرت مالک بن حویرثؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ بہت رحیم وکریم اور نرم تھے۔ ہم نے آپ کی صحبت میں بیس دن قیام کیا (یعنی ایک طرح کی تربیتی کلاس میں شرکت کی) اس دوران آپؐ نے محسوس کیا کہ ہم اپنے گھر والوں کے لئے اداس ہوگئے ہیں (جیسے ہمارے ہاں کئی دفعہ تربیتی کلاس پر طلباء اکتاہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں) حضرت مالک کہتے ہیں کہ آپؐ ہم سے ہمارے اہل خاندان کے بارے میں تفصیل پوچھنے لگے۔ ہم نے ان کے بارے میں بتایا۔ مالکؓ کہتے ہیں حضورؐ بہت نرم دل اور پیار کرنے والے تھے۔ آپ نے ہمیں اپنے گھروں میں واپس بھجواتے ہوئے فرمایا ان کو جاکر بھی یہ باتیں سکھاؤ اور جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اس طرح نماز پڑھنا۔ نماز سے پہلے تم میں سے کوئی اذان کہہ دے اور جو بڑا ہو وہ امامت کروادے۔

(بخاری، کتاب الادب باب 27)

دوران نصیحت مخاطب کو قائل کرنا

نبی کریم ﷺ تربیتی نصائح میں دلیل سے قائل کرنے کو ترجیح دیتے تھے، اور اس طرح زیر تربیت لوگوں کے لئے دعا کرتے تھے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا ﴿۷۳﴾

(الفرقان: 74)

اور وہ لوگ کہ جب انہیں ان کے ربّ کی آیات یاد کروائی جاتی ہیں تو ان پر وہ بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔

چنانچہ ایک دفعہ ایک نوجوان نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دیجئے۔ لوگوں نے اسے لعنت ملامت کی کہ کیسی نامناسب بات کردی اور اسے ایساسوال کرنے سے روکنے لگے۔ نبی کریمؐ سمجھ گئے کہ اس نوجوان نے گناہ کاارتکاب کرنے کی بجائے جو اجازت مانگی ہے تو اس میں سعادت کا کوئی شائبہ ضرور باقی ہے۔ آپؐ نے کمال شفقت سے اسے اپنے پاس بلایا اور فرمایا پہلے یہ بتاؤ کہ کیا تمہیں اپنی ماں کے لئے زنا پسند ہے؟ اس نے کہا نہیں خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ آپؐ نے فرمایا اسی طرح باقی لوگ بھی اپنی ماؤں کے لئے زنا پسند نہیں کرتے۔ آپؐ نے دوسرا سوال یہ فرمایا کہ کیا تم اپنی بیٹی کے لئے بدکاری پسند کروگے؟ اس نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ آپؐ نے فرمایا لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لئے یہ پسند نہیں کرتے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا تم بہن سے بدکاری پسند کرتے ہو؟ اس نے پھر اسی شدت سے نفی میں جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا لوگ بھی اپنی بہنوں کے لئے یہ پسند نہیں کرتے۔ پھر آپؐ نے بدکاری کی شناعت خوب کھولنے کیلئے فرمایا کہ تم پھوپھی اور خالہ سے زنا پسند کروگے؟ اس نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا لوگ بھی اپنی پھوپھیوں اور خالاؤں کے لئے بدکاری پسند نہیں کرتے۔ مقصود یہ تھا کہ جو بات تمہیں اپنے عزیز ترین رشتوں میں گوارا نہیں۔ وہ دوسرے لوگ کیسے گوارا کریں گے اور کوئی اس کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟ پھر نبی کریمؐ نے اس نوجوان پر دست شفقت رکھ کر دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَہٗ وَطَھِّرْ قَلْبَہٗ وَ حَصِّنْ فَرْجَہٗ

اے اللہ! اس نوجوان کی غلطی معاف کر۔ اس کے دل کو پاک کردے۔ اسے باعصمت بنادے۔

اس نوجوان پر آپؐ کی اس عمدہ نصیحت کے ساتھ دعا کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ اس نے بدکاری کا خیال ہی دل سے نکال دیا اور پھر کبھی اس طرف اُس کا دھیان نہیں گیا۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد 5 صفحہ 256)

سُبْحَانَ اللّٰہ! کیسا پیار کرنے والا مربی اعظم انسانیت کو عطا ہوا تھا۔

بعض دفعہ نیکی کے رستہ سے شیطان حملہ آور ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پر بھی گہری نظر ہوتی تھی اور موقع محل کے مطابق نیکی کی تحریک و تلقین فرماتے تھے۔ اگر کسی نے بوڑھے والدین کی خدمت چھوڑ کر جہاد پر جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے روک دیا اور فرمایا ماں باپ کی خدمت ہی تمہارا جہاد ہے۔ جہاں نماز میں کمزوری دیکھی وہاں سمجھایا کہ افضل عمل وقت پر نماز کی ادائیگی ہے۔

جہاں نیکی میں ریاء یا تکلف کا شائبہ بھی محسوس کرتے اس سے منع فرمادیتے۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریمؐ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے۔ میں حضور کا خیمہ تیار کرتی تھی۔ حضرت حفصہؓ نے بھی مجھ سے پوچھ کر اپنا خیمہ لگالیا۔ ان کی دیکھا دیکھی ام المؤمنین حضرت زینبؓ نے بھی خیمہ لگوالیا۔ صبح رسول اللہؐ نے کئی خیمے دیکھے تو پوچھا کہ کس کے خیمے ہیں۔ آپؐ کو بتایا گیا کہ ازواج کے ہیں تو آپ ان سے ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگ یہ (رِیس کرنے کو) نیکی سمجھتے ہو۔ پھر اس سال آپؐ نے اعتکاف رمضان نہیں فرمایا بلکہ شوال کے دس دن اعتکاف فرماتے رہے۔

(بخاری، کتاب الاعتکاف باب نمبر 14)

اور یہ تربیتی سبق دیا کہ ہمیشہ رضائے الٰہی مدنظر رکھنی چاہئے اور نیکی میں حسد نہیں رشک کا جذبہ پروان چڑھنا چاہئے۔

برمحل اظہار ناراضگی

کسی بات پر برمحل ناپسندیدگی کا اظہار نبی کریمؐ کے چہرے سے عیاں ہوجاتا تھا۔ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے مزاج کو سمجھتے تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ محبت کے ذریعہ ان کی تربیت فرماتے تھے۔ بسااوقات زبانی نصیحت کی بجائے محض آپ کا کوئی اشارہ یا اظہار ناپسندیدگی بہترین اور مؤثر نصیحت ہوتا تھا۔

رسول اللہؐ کی مجلس میں ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت ابوبکرؓ سے تکرار شروع کردی اور آپ کو برا بھلا کہنے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ پہلے تو خاموشی اور صبر سے سنتے رہے مگر جب اس نے تیسری مرتبہ زیادتی کی تو آخر تنگ آکر آپؓ نے اسے جواب دیا۔ رسول کریمؐ مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپؐ کو مجھ سے ناراض ہوکر جارہے ہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا جب تک تم خاموش تھے تو ایک فرشتہ آسمان سے آکر تمہاری طرف سے اس شخص کو جواب دے رہا تھا۔ جب آپ خود بدلہ لینے پر اتر آئے تو وہ فرشتہ چلا گیا اور شیطان آگیا۔ اب میں ایسی مجلس میں کیسے بیٹھ سکتا ہوں

(ابوداؤد، کتاب الادب باب نمبر 49)

تنبیہ و تادیب

تربیت کی خاطر بعض دفعہ تنبیہ یا تادیب بھی ناگزیر ہوجاتی ہے۔ نبی کریمؐ کو بھی بعض مواقع پر تعزیری کاروائی کرنی پڑی مگر اس سزا میں بھی نفرت یا غصہ نہیں بلکہ شفقت و رحمت کارنگ غالب ہوتا تھا جس کے نتیجہ میں عظیم الشان اصلاحی تبدیلیاں رونما ہوتی تھیں۔ حضرت کعب بن مالکؓ اور ان کے دوساتھی بغیر کسی عذر کے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ رسول اللہؐ کی واپسی پر انہوں نے اپنی اس غلطی کا اقرار کرلیا تو رسول کریمؐ نے ان تینوں سے تمام صحابہ کا بول چال بند کردیا۔ کعبؓ کہتے ہیں کہ ہم بازاروں میں پھرتے تھے مگر کوئی ہم سے کلام نہ کرتا تھا۔ رسول کریمؐ کی مجلس میں حاضر ہوکر آپ کو سلام کہتا تھا اور دیکھتا تھا کہ آپ کے ہونٹوں میں سلام کے جواب کے لئے جنبش ہوئی کہ نہیں۔ پھر آپؐ کے قریب ہوکر نماز ادا کرتا اور چوری آنکھ سے آپؐ کو دیکھتا رہتا۔ جب میں نماز پڑھ رہا ہوتا رسول کریم میری طرف دیکھتے رہتے اور جب میں آپ کی طرف توجہ کرتا تو آپ رُخ پھیر لیتے۔ بعد میں ان تینوں اصحاب کا اُن کی بیویوں سے بھی مقاطعہ کردیا گیا۔ پچاس دن انہوں اس حالت میں کاٹے۔ پھر جب ان کی معافی ہوئی تو رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام عرض کیا۔ رسول کریمؐ کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے کعبؓ! تمہیں بشارت ہو آج تمہارے لئے ایسا دن آیا ہے کہ جب سے تم پیدا ہوئے آج تک ایسا دن تم پر طلوع نہیں ہوا۔ کعبؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ خوشخبری آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے۔ فرمایا اللہ کی طرف سے ہے۔ کعبؓ پر اس پُرشفقت سزا کا یہ اثر تھا کہ انہوں نے رسول اللہؐ کے پاس سے اٹھنے سے قبل یہ عہد کیا کہ جس سچ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ فضل فرمایا ہے میں آئندہ اس کا دامن کبھی نہ چھوڑوں گا۔ اور جھوٹ سے ہمیشہ مجتنب رہوں گا۔ دوسرے میں اپنا سارا مال خدا کی راہ میں بطور صدقہ پیش کرتا ہوں۔ رسول کریمؐ نے کچھ حصہ صدقہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

(بخاری، کتاب المغازی باب نمبر75)

امربالمعروف و نہی عن المنکر

قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے کہ قوم بنی اسرائیل اس لئے تباہ ہوئے کہ وہ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۸۰﴾

(المائدہ:80)

کہ وہ ایک دوسرے کو ناپسندیدہ بات سے روکتے نہیں تھے۔ تو آپ ﷺ کی دعویٰ کے بعد زندگی کا ہر دن منکر سے روکنے پر صرف ہوا اور لوگوں کو اس کی اتنی تاکید کی کہ راستہ کے کنارے پر بیٹھنے والوں کے لئے بھی نہی عن المنکر فرض کے طور پر قرار دیا۔ رسول کریمؐ جب بھی کوئی نامناسب بات دیکھتے تو حتّی الوسع فوراً اسے روکنے کی سعی فرماتے تھے اور جیسا کہ آپؐ کا ارشاد تھا کہ اگر برائی کو ہاتھ سے روک سکتے ہو تو روکو۔ اس کی توفیق نہ ہو تو پھر زبان سے نصیحت کرو ورنہ کم سے کم دل سے روکو یعنی اسے برا بھی سمجھو اور اس کے لئے دعا کرو۔

(ترمذی، ابواب الفتن باب نمبر 35)

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہؐ کے چچازاد حضرت فضلؓ بن عباس رسول اللہؐ کی سواری کے پیچھے بیٹھے تھے۔ خثعم قبیلہ کی ایک عورت کوئی مسئلہ دریافت کرنے آئی۔ فضل اس کی طرف اور وہ عورت فضل کی طرف دیکھنے لگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل کی گردن پکڑ کر اس کے چہرے کا رخ دوسری طرف موڑ دیا۔

(بخاری، کتاب الاحصار باب نمبر35)

لیکن جہاں ہاتھ سے روکنا پسندیدہ نہ ہو وہاں نصیحت فرما کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوجاتے تھے۔ وفات وغیرہ کے موقع پر نبی کریمؐ بین یاواویلا کرنے سے منع فرماتے تھے لیکن چونکہ غم کی حالت میں جذبات پر انسان بعض دفعہ بے اختیار اور مغلوب ہوجاتا ہے اسلئے اس پہلو سے شفقت کا دامن جھکا کے رکھتے تھے۔ چنانچہ آپؐ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر طیارؓ کی غزوہ موتہ میں شہادت کے موقع پر خود رسول اللہؐ کو سخت صدمہ تھا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ مسجد میں تشریف فرما تھے اور چہرہ سے غم کے آثار صاف عیاں تھے۔ میں دروازے کی درز سے دیکھ رہی تھی۔ ایک شخص نے آکر کہا کہ جعفر کی عورتیں رو رہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا انہیں منع کرو۔ وہ گیا اور تھوڑی دیر میں واپس آکر کہنے لگا کہ وہ میری بات نہیں مانتیں۔ آپؐ نے فرمایا دوبارہ انہیں جاکر منع کرو۔ تیسری دفعہ اس نے آکر پھر کہا کہ وہ تو ہم پر غالب آگئی ہیں یعنی کہنا نہیں مانتیں۔ آپؐ نے فرمایا ان کے موہنوں پر مٹی پھینکو یعنی انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے دل میں کہا اللہ تمہیں رسوا کرے رسول اللہؐ نے تمہیں جو حکم دیا ہے وہ تو تم کر نہیں سکے پھر رسول اللہؐ کو تکلیف دینے سے بھی باز نہیں آتے ہو۔

(بخاری، کتاب الجنائز باب 39)

نصیحت کی یاددہانی

جیسا کہ بیان ہوا کہ نبی کریم ﷺ تربیت کے سلسلہ میں قرآنی اسلوب ہمیشہ یادرکھتے تھے اور فَذَكِّرْ (یعنی نصیحت کرتے رہنے) کے حکم کے تابع بعض اہم مضامین یا نصائح کا تکرار پسند فرماتے تھے۔ بالخصوص تقویٰ کی نصیحت کی یاددہانی کرواتے تھے۔ نکاح وغیرہ کے موقع پر خطبۃ الحاجۃ میں بھی تقویٰ کے مضمون پر مشتمل آیات تلاوت فرماتے تھے۔ عام وعظ میں بھی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾

(الحشر:19)

یعنی اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور ہر جان یہ نظر رکھے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہی ہے اور اللہ کا تقوی اختیار کرو یقیناً اللہ اس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

اس آیت کی کثرت سے تلاوت کرنے کا ذکر احادیث میں ملتا ہے۔

خلوص نیت

رسول کریمؐ نے تربیت کے لئے خلوص نیت کو ضروری قرار دیا ہے۔فرمایا تمام نیک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہی ہے۔

(بخاری، حدیث نمبر1)

اورفرمایا اللہ تعالیٰ کی نظر انسان کے جسم و مال اورشکل و صورت پر نہیں بلکہ دلوں پر ہوتی ہے اور انسان کے تقویٰ کے مطابق خداتعالیٰ کا اس سے معاملہ ہوتا ہے۔

(مسلم، کتاب البر والصلة باب نمبر10)

چنانچہ حوصلہ افزائی کرتے ہوئے رسول کریم ﷺ تعریف میں مبالغہ ناپسند فرماتے تھے۔ایک دفعہ کسی کی ایسی تعریف سن کرفرمایا کہ تم نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی کیونکہ ایسی تعریف سے اندیشہ ہوتا ہے کہ انسان کہیں کبر کا شکار ہوجائے۔تاہم حوصلہ افزائی کی خاطر جائز تعریف سے منع بھی نہیں فرمایا۔چنانچہ ہدایت فرمائی کہ کسی کی تعریف کرنی مقصود ہو تو محتاط الفاظ میں اس شخص کی خوبی کا ذکر کرکے کہنا چاہئے کہ میرے خیال میں فلاں شخص ایساہے باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

(بخاری،کتاب تعبیر الرؤیا باب 36)

دلی محبت کے ساتھ تربیت

نبی کریمؐ کا تربیت کرنے کا بڑا گر یہ تھا کہ آپؐ نے دنیا کے دل محبت اوراحسان کے ساتھ جیتے۔معاویہ بن حکمؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے نبی کریمؐ کے ساتھ نماز ادا کرنے کا موقع ملا۔اس دوران ایک آدمی کو چھینک آگئی۔ میں نے نماز میں ہی کہہ دیا اللہ آپ پر رحم کرے۔لوگ کنکھیوں سے مجھے دیکھنے لگے اور تعجب سے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے لگے۔ میں نے محسوس کیا کہ مجھے خاموش کرانے کیلئے ایسا کر رہے ہیں۔میں خاموش ہوگیا،نماز کے بعد نبی کریم علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔میرے ماں باپ آپؐ پرقربان ہوں میں نے آپؐ سے بہتر تعلیم دینے والا کوئی انسان نہیں دیکھا۔ آپؐ نے مجھے مارانہ برا بھلا کہاصرف اتنافرمایا۔نماز کے دوران کوئی اور بات کرنا جائز نہیں ہے۔نماز تو ذکر الٰہی،اللہ تعالیٰ کی تعریف اور بڑائی کے اظہار پر مشتمل ہوتی ہے۔

(مسلم،کتاب المساجد باب 8)

بدظنی کے مواقع سے بچنا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۳﴾

(الحجرات:13)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں اورتجسس نہ کیا کرو اورتم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے تربیت کے لئے ایک اصول یہ سکھایا کہ تہمت کے موقع سے بچنا چاہئے۔حضورؐ کا اپنا دستور بھی یہی تھا۔ایک رمضان میں نبی کریم ﷺ اعتکاف میں تھے۔حضرت صفیہؓ آپؐ سے ملنے آئیں۔واپس جاتے وقت حضورؐ ان کے ساتھ ہولئے تاکہ گھر تک چھوڑ آئیں۔راستہ میں دو انصاری صحابہ ملے۔حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک کرفرمایا یہ میری بیوی صفیہؓ بنت حیی میرے ساتھ ہیں۔انہوں نے نہایت تعجب سے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم بھلا آپ کے بارہ میں کوئی غلط گمان کرسکتے ہیں۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا شیطان انسان کے اندرخون کی طرح گردش کرتا ہے اور مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں کوئی بات نہ ڈال دے۔

(بخاری،کتاب الادب باب 121)

تربیتی حکمت عملی ومؤثر کاروائی

تربیتی واخلاقی معاملات میں نبی کریم ﷺ کی نصائح بہت گہری اور پر حکمت ہیں۔جہاں آپؐ نے معاشرہ کی اہم فردعورت کے مقام اورمرتبہ کا ذکرکرکے اسے محبت کی نظر سے دیکھاوہاں بعض ممکنہ خدشات اورفتنوں کا بھی ذکر کیا جو راہ راست سے ہٹ جانے کے نتیجہ میں معاشرہ میں پیدا ہوسکتے ہیں۔چنانچہ فرمایا کہ مجھے اپنی امت پرجس سب سے بڑے فتنہ کا ڈر ہے وہ عورتوں کا فتنہ ہے۔

آپؐ نے ان عورتوں کوجہنم کی آگ سے ڈرایا جولباس پہنے ہوئے بھی لباس سے عاری ہونگی اور اپنی طرف مردوں کو مائل کرنے والی اور بہت جلد انکی طرف مائل ہونگی۔

(مسلم،کتاب اللباس باب 34)

نبی کریم ﷺ تربیتی لحاظ سے معاشرہ پر گہری نظر رکھتے تھے اور برائی کے آغاز سے پہلے اسے دبانے اور اس کے تدارک کی فکرفرماتے تھے۔نوجوانوں کی تربیت پر آپؐ کی خاص نظر ہوتی تھی اور انہیں انفرادی طور پر دلنشیں پیرائے میں مؤثر نصیحت فرماتے تھے اورمناسب عمر میں بروقت ان کی شادی ہوجاناپسند فرماتے تھے کہ اس طرح انسان کئی قباحتوں سے بچ جاتا ہے۔

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ کی خدمت میں عکاف بن بشر تمیمی آئے۔نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہاری بیوی ہے۔انہوں نے نفی میں جواب دیا،فرمایا کیا کوئی لونڈی ہے عرض کیا نہیں۔آپؐ نے فرمایا اورتم صاحب دولت وثروت بھی ہو۔اس نے کہا جی حضور میں خداکے فضل سے صاحب حیثیت ہوں۔آپ نے فرمایا تو پھر تم شیطان کے بھائی ہو اور اگر تم عیسائیوں میں ہوتے تو ان کے راہبوں میں سے ہوتے۔ہماری سنت تو نکاح ہے۔تم میں سے بدترین لوگ وہ ہیں جو شادی نہیں کرتے اوراگر اسی حال میں ان پرموت آجائے تو بحالت موت بھی وہ بدترین ہیں۔شیطان کے لئے نیک لوگوں کے خلاف کوئی ہتھیارعورتوں سے زیادہ مؤثر نہیں۔البتہ شادی شدہ لوگ اس سے محفوظ ہیں۔یہی ہیں جو پاک اورفحش گوئی سے بری ہیں۔اے عکاف! تیرا بھلا ہو یہ عورتیں ایوب،داؤد اور یوسف علیہ السلام اور کرسف کو مشکل میں ڈالنے والی تھیں۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد ۵ صفحہ 163)

اندازِ نصیحت

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں کو باہم جھگڑتے دیکھا۔ایک آدمی غصے سے دیوانہ ہوا جارہاتھا۔اس کا چہرہ پھول کر رنگ متغیر ہوگیا۔نبی کریم ﷺ نے اس وقت خود اسے بلاکر یا مخاطب کرکے نصیحت نہیں فرمائی بلکہ علم النفس کا ایک گہرا نفسیاتی نکتہ سمجھاتے ہوئے تعجب انگیز انداز میں فرمایا مجھے ایک ایسی دعا کا پتہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ پڑھے تو اس کا غصہ جاتا رہے۔ایک شخص نے جو یہ سنا تو اس آدمی کو جاکر بتایا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھ لو۔

یعنی میں راندے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتاہوں توغصہ دور ہوجائے گامگر وہ کوئی گنوار بدو تھا۔بدبخت نے یہ نسخہ استعمال نہ کیا اورکہا میں کوئی دیوانہ ہوں۔جاؤ میں نہیں پڑھتا۔

(بخاری،کتاب الادب باب 44)

کاش! وہ شخص اس نسخہ کو آزماتا تو نبی کریم ﷺ کے علم النفس کا حیرت انگیز معجزہ اس کی ذات میں بھی ظاہر ہوتا لیکن اگر اس بدبخت بدو نے تو اس سے فائدہ نہیں اٹھایا ہم کیوں نہ یہ نسخہ آزمائیں۔

اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

نبی کریم ﷺ سفیرامن تھے۔لڑائی جھگڑا سخت ناپسند تھااورآپؐ کی طبیعت پر یہ بہت گراں ہوتا تھاجس کا احساس آپ اپنے زیر تربیت صحابہ میں بھی اجاگر کرنا چاہتے تھے۔

ایک دفعہ رمضان کے آخری بابرکت ایام میں بذریعہ رؤیا آپؐ کو لیلۃ القدر کی طاق رات کا علم دیا گیا کہ کونسی رات ہے۔آپؐ صحابہ کو یہ خوشخبری سنانے آئے تو دیکھا کہ دو مسلمان آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔آپؐ کی توجہ اُن کی طرف ہوگئی اور اس رؤیا کا مضمون ذہن میں نہ رہا۔آپؐ نے فرمایا کہ وہ رات تمہارے جھگڑے کے باعث مجھے بھلادی گئی ہے اور شاید اسی میں بھی حکمت ہوکہ تم لوگ اس کی تلاش میں زیادہ راتیں خدا کی عبادت میں گزارسکو۔اس لئے اب اسے طاق راتوں میں تلاش کرو۔

(بخاری،کتاب الادب باب 44)

نبی کریم ﷺ نے جہاں توحید کی تعلیم دی وہاں اپنے صحابہ کی تربیت میں بھی یک رنگی پیدا کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔آپؐ کو دوغلی طبیعت کے اوردوہرے چہرے رکھنے والے لوگ سخت ناپسند تھے جو موقع محل کے مطابق اپنا چہرہ بدل لیں۔

(بخاری،کتاب الادب باب 25)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا مطمح نظر یہ تھا کہ سب مسلمان بھائی بھائی بن جائیں اور ایک پرامن معاشرہ قائم ہو۔

آپ صحابہ کو تلقین فرماتے تھے کہ آپس میں بغض وحسد نہ رکھو اور نہ ہی کسی کی پیٹھ پیچھے بات کرو۔اللہ کے بندے اور بھائی بھائی ہوجاؤ۔کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان بھائی سے قطع تعلق رکھے۔نیز فرماتے تھے کہ ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ دو بھائی ملیں تو ایک دوسرے سے رخ پھیرلیں۔اگر کوئی ناراضگی ہو بھی تو بہترین شخص وہ ہے جو سلام میں پہل کرکے ناراضگی دور کرے۔

(بخاری،کتاب الادب باب 62)

نبی کریم کی اس پاکیزہ تعلیم اورتربیت کے مجرب اصولوں کی روشنی میں عظیم تربیتی انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔شرط یہ ہے کہ اسوۂ رسول مشعل راہ ہو۔

خلائق کے دل تھے یقیں سے تہی
بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دنیا پہ وہ چھا رہی
کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوا آپ کے دم سے اس کا قیام
عَلَيْكَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ السَّلَامُ

مدثر ظفر

16 نومبر عالمی یوم برداشت

صابرین کی عالمی درجہ بندی میں ہم کس مقام پر ہیں؟

صبر کے لغوی و اصطلاحی معنیٰ میں قناعت،اکتفاء،نفس کو روکنا،توقف،تامل ، جلدی کرنے سے گریز،روکنا ، برداشت کرنا ، ثابت قدم رہنا ،حلم ،بردباری،قرار ،چین ،سکون اطمینان،توکل اور بھروسہ وغیرہ شامل ہیں۔

مفردات امام راغب میں صبر کی ذیل میں لکھا ہے :

نفس کو اس چیز پر روکنا جس پر رکنے کا عقل اورشریعت تقاضا کر رہی ہو یا نفس کو اس چیز سے باز رکھنا جس سے رکنے کا عقل اورشریعت تقاضا کر رہی ہو۔

(مفردات امام راغب، حرف الصاد، صفحہ 474)

لغوی اور اصطلاحی اعتبار سے بھی صبر اپنے اندر ان تمام صفات کو سموئے ہوئے ہے جن کا کسی انسان میں موجود ہونا اسے مرصع اخلاق بنا دیتا ہے۔صبر کی عدم موجودگی میں فرد گویا آتش فشاں ہے جو پھٹ پڑنے کو تیار ہو۔

عدم برداشت اور مذہبی شدت پسندی جدید دور کی ایسی دلدل ہے جس میں باقی دنیا بالعموم اور پاکستان وہندوستان بالخصوص بڑی تیزی سے دھنستے چلے جارہے ہیں ۔اپنے عواقب کے لحاظ سے عدم برداشت نے ہر طبقہ کو پریشان کر رہا ہے۔صبر جہاں مذہبی تعلیمات کی اساس ہے وہیں سب سے زیادہ عدم برداشت مخصوص مذہبی طبقات کی طرف سے ہی دیکھنے میں آتی ہے ۔اس کی وجہ ظاہر و باہر ہے کہ مذہبی تعلیمات سے انحراف کیا جا رہا ہے جس کے بھیانک نتائج آج ہمارے سامنے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ برداشت رکھنے والے ممالک کی عالمی درجہ بندی کی فہرت میں پہلے 20 ممالک میں ایک بھی مسلمان ملک شامل نہیں ہے۔دوسری طرف زیادہ عدم برداشت کے حامل ممالک کی فہرست میں پہلے 20 میں ممالک میں مسلمان ممالک کی تعداد 7 ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بار بار صبر و برداشت کی تلقین فرماتا ہے۔فرماتا ہے کہ وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۔(الانفال) وہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔صبر کرنے والوں کو اچھا اجر ملے گا۔(النحل)صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر ملے گا۔(الزمر) صبر کرنے والے رب کریم کی طرف سے درود و ہدایت اور رحمت پاتے ہیں۔(البقرہ)صبر کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں۔(آل عمران)

نیز اللہ تعالیٰ مومنوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے :

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَ الۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ

(آل عمران :135)

(یعنی)وہ لوگ جو آسائش میں بھی خرچ کرتے ہیں اور تنگی میں بھی اور غصہ دبا جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔ اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

کسی ابتلاء کے وارد ہونے پر صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگنے کا حکم ہے۔ساتھ ہی یہ بھی واضح فرمادیا کہ صبر عاجزی سے پیدا ہوتا ہے ۔تکبر اور رعونت عاجزی کی ضد ہیں عاجزی نا ہو تو صبر کا پیدا ہونا محال ہے۔چنانچہ فرمایا:

وَ اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَ الصَّلٰوۃِ ؕ وَ اِنَّہَا لَکَبِیۡرَۃٌ اِلَّا عَلَی الۡخٰشِعِیۡنَ

(البقرہ :46)

اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو اور یقیناً یہ عاجزی کرنے والوں کے سوا سب پر بوجھل ہے۔

ہر انسان کی ذہنی استعداد ایک جیسی نہیں ہوتی اور نہ ہی ہر شخص متوازی طور پر معاملہ فہم ہوسکتا ہے۔چنانچہ اختلاف کا پیدا ہونا ناممکنات میں سے نہیں، لیکن اگر کسی کج بحث سے سامنا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے عباد الرحمٰن کو ان الفاظ میں تاکید کرتا ہے۔

وَ عِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ہَوۡنًا وَّ اِذَا خَاطَبَہُمُ الۡجٰہِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا

(الفرقان: 64)

اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں"سلام"۔

صبر و برداشت کی کیسی شاندار تعلیم ہے جس کی مثال دیگر مذاہب میں مفقود ہے۔جس ہستی کی ناموس کی خاطر ہر طرح کے اوچھے ہتھکنڈے اختیار کرنے اور مخالف کی گردن اڑادینے کے درپے رہتے ہیں اس رحمت عالم کے اپنے شب و روز مجسم اخلاق قرآن تھے ۔آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''طاقتور وہ نہیں جو کسی دوسرے کو پچھاڑ دے، بلکہ اصل طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت خود پر قابو رکھے۔''

(صحیح مسلم)

آپ ﷺ نے اپنی امت کو صبر کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے۔اس ضمن میں متعدد روایات کے مطابق آپ ﷺ نے صبر کو نصف ایمان قرار دیا۔صبر کو ہر بھلائی کی کنجی کہا۔فرمایا صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔اور صبر کرنے والے کی خطائیں مٹادی جاتی ہیں۔

صبر کی اس فقید المثال تعلیم کو مدنظر رکھ کر دیکھا جائے تو آج کے اس دور میں صبر و برداشت کی اس تعلیم پر عمل ہوتا ہوا نظر نہیں آتا۔برصغیر میں پائی جانے والی عدم برداشت کی متعدد وجوہات ہیں ۔

تعلیمی نصاب نرگسیت کا شکار ہے اور شاندار ماضی جہاد بالسیف کے گرد ہی گھومتا نظر آتا ہے۔بیرونی حملہ آور غاصبوں کو ہیرو بناکر پیش کیا جاتا ہے تو وہیں موجودہ دور میں خود کو ایک ایسی مظلوم ملت کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے جس کے مصائب و آلام میں گھرے ہونے کی واحد وجہ ترک جہاد بتائی جاتی ہے۔ایک بچہ بچپن سے اپنے تعلیمی نصاب میں پڑھ رہا ہے کہ ہم مسلمان ہیں پوری دنیا ہمارے خلاف سازشوں میں مصروف ہے۔ فلاں فلاں خطہ میں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے۔اس مسلسل ذہن سازی کے نتائج ہم آئے روز ٹی وی پر دیکھ،سن اور بھگت رہے ہیں۔

بچپن سے یہ سب کچھ پڑھنے والا بچہ اب جوان ہو چکا ہے،اس نے خبر سنی ہے کہ فلاں شخص توہین کا مرتکب ہوا ہے۔وہ جوان ہاتھ میں ڈنڈا لیتا ہے، احتجاج کرتا ہے،سڑکیں بند کر کے اپنے ہی لوگوں پر عرصہ حیات تنگ کرتا ہے اور اپنے جیسے ہی کسی بھائی بند کی دکان، مکان، گاڑی کو آگ لگا دیتا ہے اور سمجھتا ہے یوں دنیا گھٹنوں پر آجائے گی۔ پچھلے کچھ عرصہ میں ہم اس قسم کی کئی مثالیں دیکھ چکے ہیں۔

پھر میڈیا کا کردار بہت اہم ہے جس میں سوشل میڈیا بھی شانہ بہ شانہ کھڑا ہے۔سنسنی خیزی،انداز و بیان میں ہیجان، جہاں سب سے پہلے نیوز بریک کرنے میں ایک چینل دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں نظر آتا ہے۔تو وہیں سوشل میڈیا پر بیٹھا کی بورڈ مجاہد بھی بغیر تصدیق کے خبر کو ثواب سمجھ کر آگے سے آگے پھیلا رہا ہے۔

اختلاف مکالمہ کا حسن ہے مگر ہمارا معاشرہ اس سے بھی بالکل بے بہرہ ہوتا جارہا ہے۔آپ کسی بھی نیوز چینل کا ٹاک شو اٹھا کر دیکھ لیں۔فیس بک ٹوئیٹر پر ہونے والے مذہبی و سیاسی مباحث دیکھ لیں ،صحت مند مکالمہ کی فضاء نہ تو سیاست دانوں کے درمیان نظر آئے گی نا ہی مذہبی رہنماؤں کے پیچ اور نا ہی ان کے حامیان میں ۔ اختلاف سیاسی ہو یا مذہبی ہر بندہ دلیل سے فرار ہو کر ذاتیات کو موضوع بحث بنالیتا ہے، تضحیک کرتا ہے، تذلیل کرتا ہے، الزام تراشیاں کر کے مخالف کو دونوں شانے چت کرنے کے کی کوشش میں لگا ہے۔

بھانت بھانت کے فرقے اور کم و بیش ہر فرقہ مخالف فرقہ پر اسلام کے دائرے تنگ کرتا اور جنت کے دروازے بند کرتا نظر آتا ہے۔حتی کہ مسلکی اختلاف پر مخالف کی گردن زنی کی باقاعدہ نہ صرف تعلیم دی جاتی ہے بلکہ ایسا کرنے والے کی حوصلہ افزائی بھی کی جاتی ہے ۔

گھٹن کے ایسے ماحول میں جہاں امن دیوانے کا خواب معلوم ہوتا ہے امام وقت نے اسلامی تعلیمات کی روشنی جو حل بتایا ہے فی زمانہ بجز اس کے قیام امن کی کوئی اور صورت محال ہے ۔

آپ فرماتے ہیں :

اللہ تعالیٰ کی ہمیں یہی ہدایت ہے کہ ہم جاہلوں کی توہین اور تحقیر اور بدزبانیوں اور گالیوں سے اعراض کریں اور ان تدبیروں میں اپنا وقت ضائع نہ کریں کہ کیونکر ہم بھی ان کو سزا دلاویں۔

(روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 193)

ذرہ غور کر کے دیکھنا چاہئے کہ جو لوگ تمام گم گشتہ انسانوں کو رحم کی نظر سے دیکھتے ہیں ان کے بڑے بڑے حوصلے چاہئیں۔ ان کی ہر ایک

حرکت اور ہر ایک ارادہ صبر اور بُردباری کے رنگ سے رنگین ہونا چاہئے سو جو تعلیم خدا نے ہمیں قرآن شریف میں اس بارے میں دی ہے وہ نہایت صحیح اور اعلیٰ درجہ کی حکمتوں کو اپنے اندر رکھتی ہے جو ہمیں صبر سکھاتی ہے۔

(روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 389)

ہم نے بار ہا پادریوں کے مکر کا ذکر کیا ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ دلوں پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ پس یاد رکھو کہ ہمارا ان کلمات سے یہ مطلب نہیں کہ بدی کا بدلہ بدی کے ساتھ لیا جاوے بلکہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کے ایذا پر صبر کریں اور بدی کا نیکی کے ساتھ معاوضہ دیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہمیں صبر کے لئے حکم فرمایا ہے اور فرمایا کہ جب تم اہل کتاب سے دکھ دیئے جاؤ تو صبر کرو۔ پس جو شخص صبر نہ کرے اس کو ایمان سے بہرہ نہیں ہے۔ سو تم صبر کرو اور مقابلہ سے بچو۔ جب گالیاں سنو تو گالی مت دو۔

(نجم الہدیٰ، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 100)

جو شخص آنکھیں رکھتا ہے اور حدیثوں کو پڑھتا اور قرآن کو دیکھتا ہے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ طریق جہاد جس پر اس زمانہ کے اکثر وحشی کاربند ہو رہے ہیں۔ یہ اسلامی جہاد نہیں ہے بلکہ یہ نفس امارہ کے جوشوں سے یا بہشت کی طمع خام سے ناجائز حرکات ہیں جو مسلمانوں میں پھیل گئے ہیں۔ مَیں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں خود سبقت کر کے ہرگز تلوار نہیں اُٹھائی بلکہ ایک زمانہ دراز تک کفار کے ہاتھ سے دکھ اُٹھایا اور اس قدر صبر کیا جو ہر ایک انسان کا کام نہیں اور ایسا ہی آپ کے اصحاب بھی اسی اعلیٰ اصول کے پابند رہے اور جیسا کہ اُن کو حکم دیا گیا تھا کہ دُکھ اٹھاؤ اور صبر کرو ایسا ہی انہوں نے صدق اور صبر دکھایا۔ وہ پیروں کے نیچے کچلے گئے انہوں نے دم نہ مارا۔ اُن کے بچے اُن کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے وہ آگ اور پانی کے ذریعہ سے عذاب دیئے گئے مگر وہ شر کے مقابلہ سے ایسے باز رہے کہ گویا وہ شیر خوار بچے ہیں۔ کون ثابت کر سکتا ہے کہ دنیا میں تمام نبیوں کی اُمتوں میں سے کسی ایک نے بھی باوجود قدرت انتقام ہونے کے خدا کا حکم سُن کر ایسا اپنے تئیں عاجز اور مقابلہ سے دستکش بنا لیا جیسا کہ انہوں نے بنایا؟ کس کے پاس اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا میں کوئی اور بھی ایسا گروہ ہوا ہے جو باوجود بہادری اور جماعت اور قوت بازو اور طاقت مقابلہ اور پائے جانے تمام لوازم مردی اور مردانگی کے پھر خونخوار دشمن کی ایذا اور زخم رسانی پر تیرہ برس تک برابر صبر کرتا رہا؟ ہمارے سید و مولیٰ اور آپ کے صحابہ کا یہ صبر کسی مجبوری سے نہیں تھا بلکہ اس صبر کے زمانہ میں بھی آپ کے جان نثار صحابہ کے وہی ہاتھ اور بازو تھے جو جہاد کے حکم کے بعد انہوں نے دکھائے اور بسا اوقات ایک ہزار جوان نے مخالف کے ایک لاکھ سپاہی نبرد آزما کو شکست دے دی۔ ایسا ہوا تا لوگوں کو معلوم ہو کہ جو مکہ میں دشمنوں کی خون ریزیوں پر صبر کیا گیا تھا اس کا باعث کوئی بُزدلی اور کمزوری نہیں تھی بلکہ خدا کا حکم سُن کر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے اور بکریوں اور بھیڑوں کی طرح ذبح ہونے کو طیار ہو گئے تھے۔ بیشک ایسا صبر انسانی طاقت سے باہر ہے اور گو ہم تمام دنیا اور تمام نبیوں کی تاریخ پڑھ جائیں تب بھی ہم کسی اُمت میں اور کسی نبی کے گروہ میں یہ اخلاق فاضلہ نہیں پاتے۔

(روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 10)

جماعت احمدیہ آئرلینڈ کے نام
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خصوصی پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو النّاصر

اسلام آباد (یوکے)

20-09-2021

پیارے احباب جماعت احمدیہ آئرلینڈ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے بہت خوشی ہے کہ آپ 3 اکتوبر 2021ء کو اپنے جلسہ سالانہ کا انعقاد کر رہے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے جلسہ کو بہت کامیاب فرمائے، حاضرین جلسہ جو یہاں موجود ہیں اور جو انٹرنیٹ کے ذریعہ شامل ہو رہے ہیں، جلسہ کی کارروائی میں شرکت کرنے سے غیر معمولی روحانی فیض پائیں اور بے انتہا برکتیں حاصل کریں۔ آپ کا تزکیۂ نفس ہو اور آپ اعمالِ صالحہ کی بجا آوری، نیکی اور تقویٰ میں ترقی کریں۔

عصر حاضر میں لازم ہے کہ آپ تعلیمی اور تربیتی امور کی طرف توجہ دیں تا کہ آپ اسلام اور احمدیت کی تعلیمات کے بارہ میں اپنے علم و عرفان میں اضافہ کر سکیں اور اپنے ایمان میں ترقی کریں اور مثالی احمدی مسلمان بن سکیں۔

آپ کو کوشش کرنی چاہئے کہ آپ میرے خطباتِ جمعہ کو توجہ سے سنیں اور ان سے پورا فائدہ اٹھائیں۔ آپ سب کو چاہئے کہ آپ ایم ٹی اے باقاعدگی سے دیکھیں کیونکہ اس پر متعدد اعلیٰ پروگرام نشر ہوتے ہیں جو ہماری روحانیت کو ترقی دینے والے ہیں۔ آپ کو اپنے گھروں میں درس کا باقاعدگی سے اہتمام کرنا چاہئے، جس میں قرآنِ کریم کی تفسیر شامل ہو خاص طور پر تفسیر کبیر، اور حضرت مسیح موعودؑ کے مجموعہ روحانی خزائن سے تحریرات پر مشتمل درس ہو۔ اپنے گھروں کو اللہ کی عبادت کی جگہ بنائیں اور اپنی پنجگانہ نمازوں کو باقاعدگی سے ادا کریں اور باجماعت ادا کریں۔ اپنے گھر والوں میں روزانہ قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے کی عادت ڈالیں۔

آپ کی اولاد کی تربیت بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ آپ کو چاہئے کہ اُن میں خلافت کے ساتھ ایک مضبوط اور خاص تعلق پیدا کرنے کی ضرورت کا احساس پیدا کریں اور یہ کہ وہ ہمیشہ خلافت احمدیہ کے الٰہی نظام کے ساتھ اخلاص و وفا کے ساتھ وابستہ رہیں۔ اور خلافت کے ساتھ وابستہ رہنے کا بہترین ذریعہ، میں دوبارہ کہوں گا، آپ سب کا ایم ٹی اے بار بار دیکھنا ہے۔ اور میرے خطبات جمعہ، تقاریر اور نصائح کو سنتے رہیں اور کی گئی نصائح پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ Covid نے لوگوں کو خدا کی طرف لوٹنے کے متعلق سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ سچا اور زندہ خدا تو اسلام کا خدا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے ایک خاص اور مخلصانہ تعلق پیدا کرنے کے لئے جدوجہد کریں۔ اور خاص طور پر آپ سب کو ساری دنیا کے لئے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ انسانیت کو اس وبا سے محفوظ رکھے۔

میں آپ کو یہ یاددہانی کرواتا ہوں کہ تبلیغ کا میدان اب بھی کھلا ہے۔ ہم بہت خوش قسمت ہیں کہ ان ممالک میں بغیر کسی روک کے پوری آزادی سے ہم تبلیغ کر سکتے ہیں۔ پس یہ بہت ضروری ہے کہ آپ اس موقع سے پوری طرح فائدہ اٹھاتے ہوئے ہر ممکن طریق اپناتے ہوئے فعال ہو کر آئرلینڈ کے تمام لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچائیں۔

آخر میں میرے دل کی گہرائی سے یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جن کی آمد کی خبر ہمارے آقا و مطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے جلسہ کو بہت بابرکت اور کامیاب فرمائے اور آپ کو اپنے عہد بیعت کی ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ ہمیشہ خلافت احمدیہ کے نظام کے استحکام کے لئے کوشاں رہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کے اندر نیکی، تقویٰ اور خدمت انسانیت میں ترقی کے لئے ایک حقیقی انقلاب پیدا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر فضل فرمائے۔

والسلام

خاکسار

(دستخط) مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

محبت نامہ، الفضل کے نام

مکرمہ نبیلہ رفیق فوزی ناروے سے لکھتی ہیں کہ

رسول خدا ﷺ کی ایک حدیثِ مبارکہ ہے کہ جس سے محبت کرو اسے بتانا چاہئے۔

اسی خیال کے تحت آج جب مؤرخہ 5 نومبر 2021ء کے پرچے پر مکرمہ رضیہ بیگم آف امریکہ کی الفضل کے لئے ایک خوبصورت تحریر پڑھی تو ہم نے بھی سوچا کہ اب ہمیں بھی الفضل سے اپنی محبت کا اظہار کر ہی دینا چاہئے، زیادہ نہیں کچھ نہ کچھ توضرور لکھنا چاہئے۔ الفضل سے اپنی پہچان اتنی ہی پرانی ہے، جتنا پرانا یہ شعور کہ، ہر حال میں اپنے والد کی بات ماننا ہے۔ یعنی جو کچھ بھی ابّاجی (کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد درویش) سیکھنے اور پڑھنے کو کہہ رہے ہیں، وہ پڑھنا ہے۔ جیسے ابّاجی نے نماز سکھائی اور پڑھنے کی عادت ڈالی۔ اس عمر میں ہی کہیں سے الفضل کے ساتھ بھی تعلق جڑ گیا۔ اگر بہت بچپن میں پڑھنی نہیں آتی ہوگی تو، یقیناً جب الفضل کا کارکن ہر سہ پہر الفضل دینے آتا تھا، تو اسے لے کر والدہ کو دینا بھی تو چھوٹے بچوں کے فرض میں شامل تھا۔ الفضل گھر میں آنے کی ایک رونق تھی، پورے چھ دن جماعت کی روزانہ کی خبریں ملتی تھیں۔ خلفاء کی صحت خاص خاص معمولات، کسی اپنے پرائے کی خوشی یا رحلت کی خبر۔ الفضل ربوہ صرف مضامین کا مجموعہ نہیں تھا۔ اپنے پرایوں سے ملنے اورضروری ضروری خبریں ملنے کا بھی بہت بہترین پلیٹ فارم تھا۔ (اور یقیناً ابھی تک ہے) ثقیل مضمون پڑھنا تو بڑوں کا کام تھا، ہم کم از کم پہلے صفحے پر حضرت خلیفہ الثالثؒ کی روزانہ کی خیریت، پہلے ہی صفحے پر، موٹی تحریر میں لکھا ہوا، ارشادات حضرت امام جماعت احمدیہ علیہ السلام، اور آخری صفحے کے موٹی تحریر میں لکھے ہوئے اشتہارات یا کسی کی ذاتی خبر کی سرخی پڑھ لیتے تھے۔ کیونکہ شام کو جب ابّاجی نے آکر بچوں سے پوچھنا ہوتا تھا کہ الفضل پڑھا ہے کہ نہیں''؟ تو اس کا جواب دینے کے قابل ہوتے تھے۔

اگر اب الفضل کے کلچر کو یاد کریں تو اس سے محض علم ہی نہیں ملتا تھا بلکہ ''خاندانِ احمدیت'' سے روز کا تعارف تھا۔ کسی کا نکاح ہوا ہے، کسی کی شادی ہوئی ہے، کسی کے بچے کی آمین ہوئی ہے، کسی نے امتحانات میں امتیازی حیثیت حاصل کی ہے۔ ربوہ الفضل کا ہر شام کو انتظار اس لئے ہوتا تھا کہ یہ ہماری برادری اور خاندان کو ہر احمدی سے جوڑی رکھتی تھی۔ اسکول کے زمانے میں الفضل نے مجھ پر ایک احسان کیا تھا اس کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ بچپن سے ہی میری زبان صاف نہیں تھی، میں 'قاف' کو بھی 'ت' کی آواز سے بولتی تھی۔ ایک سہ پہر میری ایک کزن باجی (رفیعہ رامہ بنت عبدالحق رامہ صاحب مرحوم) کو ریڈر ڈائجسٹ پڑھتے ہوئے میرے اس مسئلے کا حل ملا، وہ فوراً میرے پاس پہنچیں اور، مجھے زبان کی اس انداز سے مشقیں کروائیں کہ میرے حلق سے 'قاف' اور 'گاف' جن کو میں پہلے 'ت' اور 'دال' کی آواز سے بولتی تھی نکلنا شروع ہوگئیں۔ رفیعہ باجی تو تھوڑی دیر بعد چلی گئیں اور مجھے نصیحت کر گئیں کہ 'قاف' کے لفظ بولتی رہوں، میں ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ اس مشق کو جاری رکھوں یا بھول جاؤں کہ باہر دیوار سے کارکن نے الفضل پکڑا دی۔ میں نے کھولا تو پہلے صفحے پر، موٹے لفظوں میں ارشادات حضرت مسیحِ موعودؑ کے ساتھ ''حقیقی تقویٰ'' لکھا ہوا تھا۔

میں نے دس بارہ مرتبہ اسے اونچی آواز سے دُہرایا۔ اس اقتباس میں کئی مرتبہ، حقیقی، حقیقت، تقویٰ اور دوسرے الفاظ تھے جو میں نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر اونچی آواز میں پڑھ ڈالے۔ مشق کرتے کرتے میرا حلق تو پک گیا مگر کچھ ہی دیر میں میری زبان بالکل ٹھیک ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ میری کزن، رفیعہ باجی پر بھی اپنی رحمت کرے اور جنت الفردوس میں مقام عطا کرے۔ آمین۔

ہمارے ابّاجی کے حکم سے ہر الفضل سنبھال کر رکھا جاتا تھا، ایک اسٹور میں تہ در تہ الفضل کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ مجھے خیال آیا کہ برسوں سے کبھی ابّاجی نے انہیں دیکھا تک نہیں ان کو کون سا یاد ہے، میں نے تقریباً 70٪ بنڈل جلا ڈالے شومئی قسمت اس کے کچھ ہی دیر بعد مخالفت کی وجہ سے جب پہلی بار الفضل پر پابندی لگی۔ تو باقی لوگوں کے لئے ایک غم تھا میرے لئے یہ غم دوہرا تھا کہ، اگر ہمارے ابّاجی کو اب پرانی الفضلوں کی محبت یاد آگئی تو کیا ہوگا؟ بہرحال میں نے اپنے گھر کے کونے کھدروں میں پڑی اخباریں، اور اپنے ہمسائیوں اور کچھ رشتے داروں سے پرانی اخباریں اکھٹی کر کے، ایک دو بنڈل بنا کر، ابّاجی کو دکھانے کے لئے رکھ لئے۔

جب میری فیملی ناروے میں مقیم ہوئی ہے، اسوقت تک الفضل دوبارہ شروع ہو چکی تھی۔ میں نے اپنے پلوٹھے بیٹے ''یاسر عتیق فوزی'' (جواب ماشاء اللہ مربی سلسلہ ناروے ہے) کو بہت جلد اردو پڑھنی سکھا دی تھی۔ مجھے بس ایک لگن تھی کہ کسی طرح میرا بیٹا الفضل کھول کر پہلا ارشادات والا صفحہ ضرور پڑھنا سیکھ لے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت کرم کیا۔ اس کی اردو پڑھنے کی کافی اچھی ٹریننگ ہوگئی۔ وہ چھ سال کا تھا جب میں اپنے بچوں کے ساتھ پہلی مرتبہ پاکستان واپس گئی۔ راولپنڈی میں اس کے دادا (مکرم نصیب احمد عارف مرحوم) کو جب معلوم ہوا کہ ان کا پوتا الفضل پڑھ سکتا ہے تو ان کی خوشی دیدنی تھی، اس روز کا اخبار آیا تو عزیزم یاسر نے دادی، دادا کو ارشادات پڑھ کر سنائے۔ اردو پڑھنا کوئی ایسا بڑا کارنامہ نہیں تھا۔ ان کا پہلا پوتا چھ سال کی عمر میں الفضل پڑھ لیتا ہے، خوشی اس بات کی تھی۔ اور اب اللہ تعالیٰ نے یہ فضل کیا کہ ہمارے موجودہ امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے میرے اس بیٹے کو روزنامہ الفضل آن لائن کی ترقی وترویج کے لئے ناروے کا نمائندہ مقرر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز مبارک کرے۔ آمین

جہاں تک الفضل کی ترقی کا تعلق ہے۔ آج اس کو مختلف رنگوں سے آراستہ آن لائن کی صورت میں اپنے Gadgets پر روزانہ نمودار ہوتا دیکھتے ہیں تو دل اللہ کے شکر سے بھر جاتا ہے کہ کہاں ایک اخبار کو پکڑنے کے لئے ہم دوڑتے تھے اور آج گھر کے ہر فرد کے فون پر روزانہ پوری شان کے ساتھ روحانی مائدہ لئے نازل ہوتا ہے۔ الحمد للہ

اللہ تعالیٰ الفضل اور الفضل کے ساتھ محبت کرنے والوں کو اجر عظیم دے۔ آمین

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَأَکْرِمْنَا وَلَا تُھِنَّا وَأَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَیْنَا وَارْضِنَا وَارْضَ عَنَّا

(جامع ترمذی، أَبْوَابُ تَفْسِیرِ الْقُرْآنِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ باب وَمِنْ سُوْرَةِ الْمُؤْمِنُوْنَ حدیث:3173)

ترجمہ: اے اللہ! ہمیں زیادہ کر اور ہمیں کم نہ کر، اور ہمیں عزت دے اور رسوائی سے بچا۔ اور ہمیں عطا کر اور محروم نہ رکھ اور ہم مومنوں کو ترجیح دے ہم پر کسی کو ترجیح نہ دینا اور ہمیں خوش نہ رکھ اور تو خود بھی ہم سے راضی ہو جا۔

یہ ہمارے سید ومولیٰ، خیر البشر، خاتم النبیین، پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی حصول خیر و برکت کی دعا ہے۔

حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود ومہدی معہودؑ بانی سلسلہ احمدیہ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

اقبال کو بڑھانا اب فضل لے کے آنا
ہر رنج سے بچانا دکھ درد سے چھڑانا
خود میرے کام کرنا یارب نہ آزمانا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

مرسلہ: مریم رحمٰن

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

جماعت احمدیہ ناروے کے نام
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خصوصی پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو النّاصر

اسلام آباد (یوکے)

26-09-2021

پیارے احباب جماعت احمدیہ ناروے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ ناروے کو اپنا جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو آپ سب کے لئے خیر و برکت کا باعث بنائے اور اس کی روحانی برکات سے مستفیض ہونے کی توفیق بخشے۔ یاد رکھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اِذن سے جلسہ سالانہ کا اجراء اس لئے فرمایا تھا کہ بیعت کنندگان سال میں ایک دفعہ اکٹھے ہو کر نیکی اور تقویٰ کی باتیں سنیں اور اپنے اندر پاک روحانی تبدیلی پیدا کرنے والے ہوں۔ دین کے خادم اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’اس جلسہ سے مدّعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کر لیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلّی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زُہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیز گاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مؤاخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راست بازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمّات کے لئے سرگرمی اختیار کریں۔‘‘

(شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 394)

یہی جماعت احمدیہ کے قیام کا بھی مقصد ہے جس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ علیہ السلام نے فرمایا:

’’تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو۔ اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالتِ انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔‘‘

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 351)

پس یہ ہے وہ مقصد جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے یہ سلسلہ قائم فرمایا اور ہمیں اس میں شامل ہونے کی توفیق دی اور یہی جلسوں کا مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو اور آپس میں محبت و اخوت کا ایک رشتہ قائم ہو۔ تودّد اور تعارف بڑھے۔ دلوں کی رنجشیں دور ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے فضول گوئی اور بد کلامی سے بچے رہیں۔ ذاتی اناؤں کے جال سے نکل رہے ہوں۔ دنیا ہمیشہ ہر احمدی کے لئے ایک ثانوی حیثیت رکھتی ہو اور اصل مقصد اور مدّعا دین ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی حقیقت کو جو سمجھ جائے وہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے والا بن جاتا ہے اور اس کی مخلوق کا حق ادا کرنے والا بن جاتا ہے یا بن سکتا ہے۔ امن، پیار اور محبت اور بھائی چارہ پیدا کرنے والا بن سکتا ہے اور اس چیز کی آج دنیا کو ضرورت ہے۔

دنیا میں جو افراتفری ہے اس کو اگر دور کرنا ہے تو صرف اسی صورت میں کہ ہم دنیا کو اپنے خدا کو پہچاننے کی طرف لے کر آئیں، مخلوق کے حق ادا کرنے کی طرف لے کر آئیں اور آج یہ ایک احمدی کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ پس اس لحاظ سے ہر ایک کو توجہ کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام نیک تمناؤں اور دعاؤں کو ہمارے حق میں پورا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بعد خلافت کے سلسلہ کو قائم فرمایا ہے جو دائمی ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت ہی ہے جس نے اس عُروَہٴ وُثقیٰ کو پکڑا ہوا ہے جس سے ان کے صحیح راستوں کا تعین ہوتا رہتا ہے۔ اس مضبوط کڑے کو پکڑا ہوا ہے جس کے نہ ٹوٹنے کی ضمانت خود خدا تعالیٰ نے دی ہے۔ پس اس کڑے سے چمٹے رہیں۔ اسی کے ذریعہ آپ کے ایمان محفوظ رہیں گے اور ان کو کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا۔ اس کڑے کو مضبوطی سے پکڑنے کے نتیجہ میں ہی وہ اخوت اور محبت اور تودّد پیدا ہو گا جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان جلسوں کا اجراء فرمایا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ آپ پر ہمیشہ اپنی رحمت اور مغفرت کی چادر پھیلائے رکھے اور ہمیشہ اپنے محبوب اور خاتم الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عاشق صادق کی جماعت سے جوڑے رکھے اور آپ کو اور آپ کی نسلوں کو ان فضلوں اور انعاموں کا وارث بنائے جن کا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ آمین

والسلام

خاکسار

(دستخط) مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

چھوٹی مگر سبق آموز باتیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا، اور کھانے میں شامل کرنا، زیادہ ماپ کر دینا

سیرالیون میں جب کسی کا حال پوچھا جاتا ہے تو جواباً عموماً اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا جاتا ہے۔ جو بہت ہی بھلا معلام ہوتا ہے۔ غریب سے غریب شخص بھی جس کے پاس دو وقت کے کھانے کا سامان بھی میسر نہ ہو حال پوچھنے پر شکوہ شکایت کرنے کی بجائے بھرپور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتا ہے۔ دوسری خوبی یہ نوٹ کی کہ غریب لوگ اپنے محدود سے کھانے کو بھی اپنے مہمانوں اور عزیزوں سے فراخ دلی سے مل بانٹ کر کھاتے ہیں۔ تیسری خوبی یہ دیکھی کہ لوکل مارکیٹوں میں اناج وغیرہ ماپنے کے پیمانے کو اوپر تک بھر کر بلکہ مٹھی بھر زیادہ دیا جاتا ہے جو اسلام کے اصولوں کے عین مطابق ہوتا ہے۔

مرسلہ: ناصرہ احمد، کینیڈا

30 اکتوبر 2021ء

		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	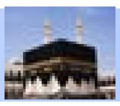	05:00	17:55
مدینہ منورہ	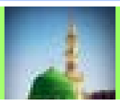	05:02	17:54
قادیان	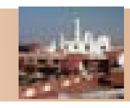	05:11	17:55
ربوہ		04:51	17:35
اسلام آباد ٹلفورڈ		05:59	18:08